بسم اللہ الرحمن الرحیم

شوال کے چھ (٦) روزے

عَنْ أَبِی أَیُّوبَ الْأَنْصَارِیِّ ﷛أَنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ أَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ.

صحابی رسول ابوایوب انصاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے رمضان کے چھ روزے رکھے پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے، اس کو عمر بھر کے روزوں کا ثواب ملے گا، [صحیح مسلم:- کتاب الصیام :باب استحباب صوم ستة أیام من شوال اتباعا لرمضان ،رقم١١٦٤]۔

اس حدیث میں ماہ شوال کے چھ روزوں کی بڑی فضیلت بتلائی گئی اور وہ یہ کہ اگر کوئی شخص ان روزوں کی پابندی کرتا ہے تو اسے ساری زندگی یعنی عمر بھر روزوں کا ثواب ملے گا۔ عمر بھر روزوں کا ثواب کیسے ملے گے اس کی وضاحت بھی دیگر روایات میں آ گئی ہے مثلاً:

''عَنْ ثَوْبَانَ مَوْلَی رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ مَنْ صَامَ سِتَّةَ أَيَّامٍ بَعْدَ الْفِطْرِ كَانَ تَمَامَ السَّنَةِ ﴿مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا﴾(انعام:٦/١٦٠).

ثوبان ﷛ اللہ کے رسول ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے عیدالفطر کے بعد چھ روزے رکھے تو اسے پورے سال کے روزوں کا ثواب ملے گا، جو ایک نیکی کرتا ہے اسے دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے'' [سنن ابن ماجه:- کتاب الصوم: باب صیام ستة ایام من شوال،رقم(١٧١٥)واسناده صحیح]۔

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کی ایک نیکی دس نیکی کے برابر ہے، یعنی ایک روزہ دس روزہ کے برابر ہے، اس لحاظ سے رمضان کے تیس روزوں کے ساتھ شوال کے چھ روزے ملالئے جائیں تو کل چھتیس (٣٦) روزے ہوتے ہیں، پھر ان میں ہر روزہ جب دس (١٠) روزے کے برابر ہوگا، تو چھتیس (٣٦) روزے تین سو ساٹھ (٣٦٠) روزوں کے برابر ہو جائیں گے، اور چونکہ ایک سال میں کم وبیش (٣٦٠) دن ہوتے ہیں لہٰذا مذکورہ روزے پورے سال کے روزوں کے برابر ہوئے۔

درج ذیل حدیث میں اسی چیز کی مزید وضاحت ہے:

''عَنْ ثَوْبَانَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: صِيَامُ رَمَضَانَ بِعَشَرَةِ أَشْهُرٍ، وَصِيَامُ السِّتَّةِ أَيَّامٍ بِشَهْرَيْنِ، فَذَلِكَ صِيَامُ السَّنَةِ "، يَعْنِي رَمَضَانَ وَسِتَّةَ أَيَّامٍ بَعْدَهُ،

ثوبان سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: رمضان کے ایک ماہ کا روزہ رکھنے سے دس (١٠) ماہ کے روزوں کا ثواب ملتا ہے، اور (شوال کے) چھ دنوں کا روزہ رکھنے سے دو ماہ کے روزوں کا ثواب ملتا ہے، اس لحاظ سے رمضان و شوال کے مذکورہ دنوں میں روزہ رکھنے سے پورے سال بھر کے روزوں کا ثواب ملتا ہے'' [صحیح ابن خزیمة:٣/٢٩٨رقم٢١١٥واسناده صحیح]۔

اب اگر ہر سال رمضان کے روزوں کے ساتھ باقاعدگی سے شوال کے چھ روزے رکھے جائیں تو ہر سال، پورے سال کے روزوں کا ثواب ملے گا اور اگر یہی سلسلہ عمر بھر رہا تو گویا کہ اس طرح عمر بھر کے روزوں کا ثواب ملے گا، جیسا کہ مسلم کی گذشتہ حدیث میں ہے ''كَصِيَامِ الدَّهْرِ''۔

ابو الفوزان کفایت اللہ السنابلی

ماہنامہ اہل السنۃ ممبئی

سالانہ -/200	اگست ۲۰۱۳ء	جلد:۲
فی شمارہ -/20		شمارہ:۲۳

Owner / Printer / Publisher
Saad Khalid Patel

Printed at
Bhandup Offset & Designers,
1009 Bhandup Indl.. Estate,
Pannalal Compound, L.B.S. Marg,
Bhandup (W), Mumbai - 400078.

Published at
106 Fateh Manzil, 4th Floor,
Victoria Road,Sant Savta Marg,
Mustafa Bazar,
Mumbai - 400010

تعویذ لٹکانے سے متعلق ایک روایت کی تحقیق

تعویذ سے متعلق عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے جو یہ روایت ملتی ہے کہ وہ ﴿ أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ وَشَرِّ عِبَادِهِ، وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَنْ يَحْضُرُونِ. (یعنی میں اللہ کے غضب، عقاب، اسکے بندوں کے فساد، شیطانی وساوس اور ان (شیطانوں) کے ہمارے پاس آنے سے اللہ کے پورے کلمات کی پناہ مانگتا ہوں) ﴾ یہ دعا اپنے بالغ بچوں کو سکھایا کرتے تھے اور نابالغ بچوں کے لیے لکھ کر ان کے گلے میں ڈال دیا کرتے تھے۔[سنن الترمذی :۔۵۴۲/۵ رقم:۳۵۲۸ أبوداؤد: رقم ۳۸۹۳ نیز مسند احمد وغیرہ]۔

یہ روایت ضعیف ہے۔ یہ صرف اور صرف ایک ہی طریق سے مروی ہے جس میں محمد بن اسحاق مدلس کا عنعنہ ہے اور کسی بھی طریق میں ان کے سماع کی تصریح نہیں ملتی۔۔۔

خط وکتابت وترسیل زر کا پتہ:

Islamic Information Center
Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home,
Opp. Noorjhan-1, Pipe Road, Kurla (West), Mumbai - 400070.
Email: ahlussunnaa@gmail.com • **Website:** ahlussunnah.in
Ph. 32198847 / 26 500 400 / 64269999

Islamic Information Center Managed by: ILM FOUNDATION Regd. No.23181

اداریہ

صحابہ کرام کی عظمتوں کے حوالے ۳

صحابہ اسلام کے اولین راوی ہیں۔ان کی عدالت پر اس دین کے اعتبار کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ان کے کردار کو مشکوک بنا دینے کا مطلب پورے دین کو "معلق" قرار دے دینا۔خیر الحدیث

سرفراز فیضی

ازالہ

کیا کسی صحابی سے نبی اکرم ﷺ کا خون پینا ثابت ہے؟ ۲۱

بعض صحابہ کی طرف سے خون رسول ﷺ پینے سے متعلق تمام روایات ضعیف ہیں۔

غلام مصطفٰی ظہیر امن پوری

خیرالحدیث

قصہ اصحاب کہف :ایک مطالعہ (3) ۵

ربوبیت اور الوہیت کا بیان بندے کے دل میں توحید کا نور روشن کرتے ہیں۔اور رب کے اسماء وصفات کا

سرفراز فیضی

ثابت روایات

رکوع کے بعد ہاتھ چھوڑ کر کھڑے ہونا ۲۵

رکوع کے بعد ہاتھ نہ باندھنے سے متعلق ایک صحیح حدیث۔

کفایت اللہ سنابلی

خیرالھدی

نعمتوں کی قدر کیسے؟(۱) ۹

شکر کرنے سے مزید نعمتیں ملتی ہیں اور ناشکری نعمتوں سے محروم کر دیتی ہے۔

سہیل احمد رحمانی (آئی ،آئی،سی)

عبادات

مسجد میں دوسری جماعت کا حکم(۱) ۲۷

کسی عذر کی بنا پر کچھ لوگوں کی جماعت چھوٹ جائے تو وہ مسجد میں دوسری جماعت بنا سکتے ہیں۔

اعداد و ترتیب: محمد طاہر حکیم
ترجمہ و تلخیص: محمد جاوید عبد العزیز رحمانی مدنی

جوامع الکلم

نرمی اور آسانی اسلامی شریعت کا امتیاز(۱) ۱۳

حاقدین اسلام کی شر پسندیوں اور اشتعال انگیزیوں کا جواب اشتعال پسندی اور شر انگیزی میں نہیں ہے بلکہ متانت، وقار اور سنجیدگی میں ہے۔

فضیلۃ الشیخ نورالحسن المدنی حفظہ اللہ استاذ :کلیۃ الحدیث ،بنگلور

شھد شاھد

الجزء المفقود: قائلین کی زبانی ایک جائزہ ۳۱

حدیث نور ثابت شدہ حدیث نہیں ہے، قائلین کا اعتراف۔

ابو عبداللہ شعیب محمد

تفھیم المسائل

کیا معاویہ رضی اللہ عنہ شراب پیتے تھے؟؟؟ ۱۷

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر شراب نوشی کی تہمت سبائی سازش ہے۔

ابو الفوزان

مقام صحیحین

کیا صحیحین کی صحت پر اجماع ہے؟(۴ آخری قسط) ۳۵

محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ صحیحین کی تمام متصل مرفوع روایات قطعاً صحیح ہیں۔

ابو الحسن علوی

ساقط روایات

تعویذ لٹکانے سے متعلق ایک روایت کی تحقیق ۳۸

تعویذ لٹکانے سے متعلق عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ضعیف ہے۔

کفایت اللہ سنابلی

صحابہ کرام کی عظمتوں کے حوالے

سرفراز فیضی

اللہ کے نبی جس دین کو لے کر اس دنیا میں مبعوث کیے گئے اسے قیامت تک کے لوگوں کیلیے اسے فلاح اور نجات کا واحد راستہ بننا تھا۔ اس کے لیے ضروری تھا کہ یہ دین قیامت تک ظاہری اور معنوی دونوں اعتبار سے محفوظ اور معتبر رہے۔ اس کی حفاظت کے لیے اللہ نے جو انتظامات کیے ان میں سے ایک یہ بھی تھا اللہ رب العزت نے اپنے نبی کو انسانیت کے ذخیرہ سے چنندہ افراد کی رفاقت نصیب فرمائی۔ جن کی عدالت پر اللہ نے اس دین کے اعتبار کی بنیاد رکھی۔ جن کو انسانی تاریخ میں حق و باطل کے درمیان ہونے والی سب سے اہم کشمکش میں حق کا حصہ بننے کی سعادت ملی۔ جن کی قربانیوں نے انسانی تاریخ کا سب بڑا انقلاب برپا کیا جس نے انسانیت کے ایک ایک گوشہ کو اپنی تابناکیوں سے روشن کیا۔ جن کو اللہ نے اس زمین پر اتاری جانے والی اپنی عظیم ترین کتاب کے شان نزول کا حصہ بننے کے لیے منتخب فرمایا۔ جن کو اس کائنات کی سب سے عظیم ہستی کی شاگردی کے اعزاز سے سرفراز کیا گیا۔ جن کی قربانیوں نے اس دین عظیم کی بنیادوں کو تقویت بخشی۔ جن کو اللہ نے اپنے عظیم نبی کی عظیم امت کے درمیان واسطہ بننے کا شرف عطا فرمایا۔

صحابہ کا اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں پیدا ہو جانا، آپ پر ایمان لا کر صحابیت کے عظیم شرف سے مشرف ہو جانا کوئی اتفاقی حادثہ نہیں تھا۔ یعنی ایسا نہیں کہ کچھ لوگ اتفاق سے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیدا ہو گئے۔ اور اتفاق سے اللہ ان کے زمانہ میں مبعوث کر دیے گئے اور اتفاق سے وہ ان پر ایمان لے آئے اور صحابیت کے شرف سے مشرف ہو گئے۔ بلکہ اللہ رب العزت نے ابتداء کائنات سے قیامت تک پیدا ہونے والے سارے افراد میں کمالات انسانی میں فائق ترین لوگوں کو چن کر اپنے محبوب نبی کے رفاقت کا شرف بخشا۔ عبداللہ ابن عباس کی یہ موقوف روایت ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ " :إِنَّ اللهَ نَظَرَ فِي قُلُوبِ الْعِبَادِ، فَوَجَدَ قَلْبَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرَ قُلُوبِ الْعِبَادِ، فَاصْطَفَاهُ لِنَفْسِهِ، فَابْتَعَثَهُ بِرِسَالَتِهِ، ثُمَّ نَظَرَ فِي قُلُوبِ الْعِبَادِ بَعْدَ قَلْبِ مُحَمَّدٍ، فَوَجَدَ قُلُوبَ أَصْحَابِهِ خَيْرَ قُلُوبِ الْعِبَادِ، فَجَعَلَهُمْ وُزَرَاءَ نَبِيِّهِ، يُقَاتِلُونَ عَلَى دِينِهِ، فَمَا رَأَى الْمُسْلِمُونَ حَسَنًا، فَهُوَ عِنْدَ اللهِ حَسَنٌ، وَمَا رَأَوْا سَيِّئًا فَهُوَ عِنْدَ اللهِ سَيِّءٌ "

عبداللہ ابن مسعود فرماتے ہیں اللہ نے بندوں کے دلوں کو دیکھا تو سب سے بہترین دل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پایا۔ لہذا انہیں اپنے لیے چن لیا اور اپنا رسول بنا کر انہیں مبعوث فرمادیا۔ اس کے بعد دوسرے لوگوں کے دلوں کو دیکھا تو سب سے بہترین اصحاب محمد کا دل پایا، تو ان کو اپنے نبی کا ساتھی (وزراء) بنادیا۔ جو اس کے دین کے لیے قتال کرتے ہیں۔ لہذا جس کو (یہ) مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔ اور جس کو یہ برا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی برا ہے۔

(مسند احمد، شیخ شعیب ارناؤط اور ان ساتھی محققین نے اس حدیث کے حسن ہونے کا فیصلہ کیا۔ مسند احمد ط الرسالۃ 84 /6)

دنیا کبھی عظیم شخصیات کے وجود سے خالی نہیں رہی ہے۔ انسانی تاریخ کا ہر باب بڑی بڑی انقلابی شخصیات کے عظیم کارناموں سے روشن ہے۔ مختلف زمانوں میں مختلف شخصیتیں اپنی عزم وحوصلہ کی داستانوں سے اس دنیا کو منور کرتی رہی ہیں۔ زمیں کوئی نہ کوئی گوشہ ہمیشہ ان کے فیوض و برکات سے فیضیاب ہوتا رہا ہے۔ لیکن اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کیساتھ صحابہ جیسی عظیم شخصیات کا ایک جگہ جمع ہوجانا اپنے آپ میں ایک معجزہ ہے۔ تاریخ کے کسی ایک مرحلہ کی نشاندہی نہیں کی جاسکتی جہاں ایک وقت میں ایک جگہ پر اتنے سارے عظیم لوگ ایک ساتھ جمع ہوگئے ہوں۔ اسی لیے صحابہ کا کردار اور وہ معاشرہ جو اس کردار کی بنیاد میں وجود میں آیا اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی بہت بڑی دلیل ہے۔ ایسے اعلیٰ ترین انسانی صفات کے حامل عظیم کردار، پاکیزہ زندگیاں کسی نبی کی تربیت کے نتیجہ ہی میں وجود میں آسکتی ہیں۔ اسی لیے اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں صحابہ کے کردار اور ان کی اعلیٰ صفات کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔ سورہ فتح کی اس آیت میں غور کریں:

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَى عَلَى سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا (سورة الفتح: ۲۹)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت اور آپس میں رحیم ہیں۔ تم جب دیکھو گے انہیں رکوع وسجود، اور اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی طلب میں مشغول پاؤ گے۔ سجود کے اثرات ان کے چہروں پر موجود ہیں جن سے وہ الگ پہچانے جاتے ہیں۔ ان کی یہ صفت تورات میں بھی بیان ہوئی ہے اور انجیل میں بھی جیسے ایک کھیتی ہو جس نے اپنی کونپل نکالی پھر اسے مضبوط کیا، کاشت کرنے والوں کو وہ خوش کرتی ہے تاکہ کفار ان کے پھلنے پھولنے پر جلیں۔ اللہ نے ان لوگوں سے جو (خلوص دل سے) ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک عمل (بھی) کیے ہیں مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔

اس آیت میں مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ ایک دعویٰ ہے اور اس کی دلیل ان صحابہ کا کردار ہے جو آپ کے رفقاء تحریک ہیں کہ ان کرداروں کے خوبصورت نقوش رسالت کی نگارش ہی کا نتیجہ ہوسکتے ہیں۔

صحابہ کا معاشرہ اسلامی تربیت کا جیتی جاگتی مثال ہے۔ ان کا کردار نبوی تربیت کی کامیابی کی عملی دلیل ہے۔ صحابہ کا معاشرہ بعد میں آنے والی امت کے لیے اسوہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسلام اگر اپنی اصلی بنیادوں پر اگر زمین پر قائم ہوگا تو وہ صحابہ کا معاشرہ کی طرح ہوگا۔ اسلام جس طرح ایک فرد کے کردار کی تعمیر کرکے اس کو صالح بناتا ہے اس طرح ایک معاشرہ کو بھی صالح بنانے کے لیے تعمیری ہدایات دیتا ہے۔ جس طرح بحیثیت ایک فرد اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسوہ ہیں ویسے ہی ایک مسلم معاشرہ کے لیے صحابہ کا معاشرہ ایک اجتماعی اسوہ، اور مثالی معاشرہ ہے جو قرآنی ہدایات اور نبوی تربیت کے خوبصورت تعامل کے نتیجہ میں وجود آیا۔

صحابہ کرام اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عام سے امتی یا محض اسلام کی ایک نسل نہیں۔ اللہ نے قرآن مجید کو ان کی عظمتوں کا گواہ بنایا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی رفعتوں کا بیان کیا۔ یہ ساری تعدیل و توثیق، تعریف وتوصیف محض ان کی قربانیوں کا صلہ اور ان کی جدوجہد کی تحسین نہیں۔ صحابہ اسلام کے اولین راوی ہیں۔ ان کی عدالت پر اس دین کے اعتبار کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ ان کے کردار کو مشکوک بنا دینے کا مطلب پورے دین کو "معلق" قرار دے دینا ہے۔ ان کی عدالت پر چھینٹا کشی سے پورا کا پورا دین مشکوک ہوکر رہ جائے گا۔ یہی وجہ کہ اللہ اور اس کے رسول نے ان محافظین دین کی عدالت کے گرد توثیق وتعدیل کا بہت بڑا حصار قائم کردیا ہے۔ اور کسی مخلص مسلمان کے لیے اس حصار کو پار کرنا جائز نہیں ہے۔

صحابہ کرام کی عظمتوں کا ایک باب یہ بھی ہے کہ اللہ نے ان کو ہدایت و ضلالت میں معیار کا درجہ بخشا ہے۔ ان کے ایمان کو رہتی دنیا تک کے لیے مثال بنادیا گیا ہے۔ اور قیامت تک آنے والوں کے لیے صحابہ کو فہم اور منہج کا مرجع بنا دیا گیا۔ یہ موضوع ان شاء اللہ ہمارے اگلے مضمون کا عنوان ہوگا۔ وباللہ التوفیق۔

قصہ اصحاب کھف :ایک مطالعہ (3)

سرفراز فیضی

وَرَبَطْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ إِذْ قَامُوا فَقَالُوا رَبُّنَا رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَنْ نَدْعُوَ مِنْ دُونِهِ إِلَهًا لَقَدْ قُلْنَا إِذًا شَطَطًا☆ هَؤُلَاءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ آلِهَةً لَوْلَا يَأْتُونَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطَانٍ بَيِّنٍ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا

ہم نے ان کے دل اس وقت مضبوط کر دیے جب وہ اٹھے اور انہوں نے اعلان کر دیا کہ "ہمارا رب تو بس وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے۔ ہم اسے چھوڑ کر کسی دوسرے معبود کو نہ پکاریں گے۔ اگر ہم ایسا کریں تو بالکل خلاف حق بات کریں گے۔ یہ ہماری قوم تو رب کائنات کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ یہ لوگ ان کے معبود، ہونے پر کوئی واضح دلیل کیوں نہیں لاتے؟ آخر اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہوسکتا ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے؟ (الکہف:۱۴-۱۵)

إِذْ قَامُوا

اس آیت میں قیام یا تو اپنے اصلی معنیٰ میں استعمال ہوا ہے یعنی یہ لوگ اپنی قوم کے سامنے یا بادشاہ کے سامنے برسر مجلس کھڑے ہوگئے اور اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر توحید کا اعلان کردیا۔ بلکہ اس سے آگے بڑھ کر قوم جن باطل معبودوں کی کو اپنا رب مانتی تھی ان کی ربوبیت سے انکار کردیا۔ قوم کو چیلنج کردیا کہ جن معبودوں کے سامنے وہ اپنا سر جھکاتے ہیں ان کی ربوبیت اور الوہیت کی کوئی ایک سچی دلیل پیش کر کے دکھائیں۔

یا پھر قیام یہاں عزم، حوصلہ، ارادہ اور جسارت کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی جب اللہ نے ان کے دلوں کو توحید کے نور سے منور کیا ایمان نے ان کے دل کو ایسا مضبوط کر دیا کہ انہوں نے اس بات کو عزم کرلیا کہ توحید کی یہ دعوت اپنی مشرک قوم تک پہنچا کر رہیں گے گرچہ اس کے لیے ان کو اپنی جان ہی کیوں نہ خطرہ میں ڈال دینی پڑے۔

قرآن مجید میں اس معنی میں قیام اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی استعمال ہوا۔ جیسا کہ اللہ رب العزت کا فرمان ہے۔

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ☆قُمْ فَأَنْذِرْ

اے اوڑھ لپیٹ کر لیٹنے والے، اٹھو اور خبردار کرو (المدثر:۱-۲)

اسی طرح قرآن کی اس آیت میں بھی:

وَأَنَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ كَادُوا يَكُونُونَ عَلَيْهِ لِبَدًا

اور یہ کہ جب اللہ کا بندہ اس کو پکارنے کے لیل کھڑا ہوا تو لوگ اس پر ٹوٹ پڑنے کے لیم تانر ہوگئے۔ (الجن:۱۹)

صاحب تاج العروس نے بھی اس آیت میں قیام سے عزم کرنا مراد لیا ہے۔ اور مثال میں عمانی یہ شعر پیش کیا ہے جو اس نے رشید کو اس کے بیٹے قاسم کی ولی عہدی پر ابھارنے کے لیے کہا تھا:

قُلْ لِلإمَامِ المُقْتَدَى بِأَمِّهِ ...مَا قَاسِمٌ دُونَ مَدَى ابنِ أُمِّهِ

...فقد رَضِيناه فقُمْ فَسَمِّهِ ... تاج العروس(317 /33)

آیت میں قاموا کا لفظ خاص طور پر قابل غور ہے کہ کیونکہ اس سے اس واقعہ کی پوری تفصیل سمجھ میں آتی ہے۔ اس لفظ سے پتہ چلتا ہے کہ ایمان لے آنے کے بعد اصحاب کہف نے اس ایمان کو اپنے گھروں میں قید نہیں کرلیا۔ اور ان کا کہف میں چھپ جانا اس لیے نہیں تھا کہ قوم والوں کو اگر ان کے ایمان کی خبر ہوگئی تو وہ انہیں قتل کردیں گے۔ بلکہ وہ توحید پر ایمان کے بعد اس کی دعوت لے کر کھڑے ہوئے۔ اپنے ایمان کا اظہار کیا اور اپنی قوم والوں کو اس ایمان کی دعوت دی۔ اس کے دلائل

ان کے سامنے رکھے۔توحید کی معقولیت اور شرک کی بے ثباتی ان کے سامنے واضح کی اور جب قوم والوں نے ان کی بات ماننے سے انکار کردیا اور خود ان کو ایمان کا راستہ چھوڑ کر کفر کی غلاظتوں شامل ہونے کے لیے مجبور کرنے لگے اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ اپنا ایمان بچانے کے لیے ان کے پاس سوائے قوم کو چھوڑ کر ہجرت کر جانے کے اور کوئی راستہ نہیں بچا تو آخر کار انہیں وطن کو چھوڑ کر غار میں پناہ لینے پر مجبور ہو جانا پڑا۔

فَقَالُوا رَبُّنَا رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ

یعنی ہمارا، تمہارا اور پوری کائنات کا صرف ایک ہی رب ہے۔ یہ کائنات مختلف خداوں نے نہیں بنائی نہ ہی مختلف خدا اس کائنات کا انتظام سنبھالے ہوئے ہیں بلکہ اس پوری کائنات میں صرف ایک ہی رب کا فیضان جاری ہے۔ساری کائنات اسی کی پیدا کی ہوئی ہے اسی کی حکمرانی زمیں و آسمان میں ہے اور اسی کے فیض سے کائنات کا ذرہ ذرہ مستفید ہو رہا۔

تم جن معبودوں کی عبادت کر رہے ہو وہ رب نہیں ہیں۔کائنات کو انہوں نے پیدا نہیں کیا۔نہ اس کائنات کے وہ مالک ہیں۔نہ ان کو اس میں تصرف کا ذرہ برابر اختیار ہے۔

رب کی معرفت

کائنات کی وہ ساری چیزیں جو ہمارے احساس اور ادارک کے دائرہ میں ہیں ان میں سے کوئی بھی چیز ایسی نہیں جس میں "رب" کی صفت پائی جاتی ہو۔ ساری چیزیں مخلوق، مملوک محکوم اور مرزوق ہیں ۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کائنات کا رب ہماری ادراک اور احساس کے دائرہ سے باہر ہے۔لیکن اس کی ربوبیت کا فیضان ہم کو کائنات کے ایک ایک ذرہ میں دکھائی دے رہا ہے جو اس کے وجود ،وحدانیت، اس کی کمال درجہ کی قدرت، علم، حکمت اور اس کی بے شمار عظمتوں کا گواہ ہے۔

رَبُّنَا رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ کے الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی قوم اللہ رب العزت کے نام سے بھی ناواقف تھی اس لیے اللہ رب العزت کا تعارف انہوں نے ان الفاظ میں کرایا کہ ہم اس رب کو اپنا رب مانتے ہیں جو ساری کائنات کا رب ہے۔جیسا کہ حضرت موسیٰ نے فرعون کے سامنے رب کا تعارف کرایا:

فَأْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُولَا إِنَّا رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ...... قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعَالَمِينَ ☆قَالَ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا إِنْ كُنْتُمْ مُوقِنِينَ

فرعون کے پاس جاؤ اور اس سے کہو، ہم کو رب العلمین کے پیغمبر ہیں۔۔۔۔۔فرعون نے کہا"اور یہ رب العالمین کیا چیز ہے؟"، موسیٰ نے جواب دیا"آسمان اور زمین کا رب، اور اُن سب چیزوں کا رب جو آسمان اور زمین کے درمیان ہیں، اگر تم یقین لانے والے ہو" (الشعراء::۱۶۔۔۔۔۔۲۳۔۲۵)

لَنْ نَدْعُوَ مِنْ دُونِهِ إِلَهًا لَقَدْ قُلْنَا إِذًا شَطَطًا

توحید ربوبیت کے اثبات کے بعد انہوں نے توحید ربوبیت کو توحید الوہیت کے لیے بطور دلیل پیش کیا۔یعنی جب اس کائنات کا رب ایک ہے تو عبادت بھی صرف اسی ایک کا حق ہے ۔عبادت عظمتوں کے اعتراف کا نام ہے اور عظمتیں ساری کی ساری حقیقتاً اسی کی ہیں اور وہی اصلاً ساری تعریفوں کا مستحق ہے ۔مخلوق کو بھی جو عظمتیں حاصل ہیں اسی نے بخشی ہیں۔عبادت نعمتوں پر شکر گذاری کا نام ہے اور شکریہ کا بھی حقیقی مستحق وہی اکیلا رب ہے کیونکہ ساری نعمتیں اس کی عطا کی ہوئی ہیں۔عبادت دعا ہے اور دعا کا مستحق بھی صرف رب کائنات ہی ہے کیونکہ وہی نعمتوں کا بانٹنے اور مصیبتوں کا ٹالنے والا ہے۔

جن معبودوں کی تم عبادت کرتے ہو وہ عبادت کی مستحق نہیں کیونکہ وہ رب نہیں مربوب ہیں، خالق نہیں مخلوق ہے، مالک نہیں مملوک ہیں، حاکم نہیں محکوم ہیں، رازق نہیں مرزوق ہیں، غنی نہیں محتاج، بے بس اور لاچار ہیں ۔ بلکہ جن معبودوں کو تم نے اپنا رب سمجھ لیا وہ بھی رب السماوات والارض ہی کی مخلوق ہیں، مملوک ہیں، اسی کے محتاج ہیں، اسی کے حکم کے پابند ہیں، اس کے دی ہوئی زندگی سے جیتے اور اس کی دی ہوئی موت سے مرجاتے ہیں۔

لہذا اس ایک اکیلے رب کو چھوڑ کر ان مربوب ہستیوں کو رب سمجھنا اور ان کی عبادت کرنا انتہا درجہ کا ظلم اور گمراہی ہے۔اور ہم اس حماقت کے لیے قطعا تیار نہیں۔

شطط کا مطلب حد سے تجاوز کرنا۔زیادتی کرنا۔ظلم کرنا۔حق سے

دور ہو جانا۔

قرآن مجید میں یہ لفظ حق کی ضد کے طور پر استعمال ہوا ہے۔

فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ

آپ ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کردیں اور زیادتی نہ کریں۔ (ص:۲۲)

اصحاب کہف کی دعوت کا خلاصہ

ان دو آیتوں کے اندر اللہ نے اصحاب کہف کی دعوت کا خلاصہ پیش کیا ہے جو انہوں نے اپنی قوم والوں کے سامنے توحید کے اثبات کے لیے پیش کی۔ اپنی دعوت کی ابتداء انہوں نے توحید ربوبیت کے اثبات سے کی۔ کیونکہ ان کی قوم سرے سے اللہ کی ربوبیت ہی کی انکاری تھی۔ پھر توحید ربوبیت کو توحید الوہیت کے لیے بطور دلیل پیش کیا۔

قرآن مجید میں توحید الوہیت کے اثبات کا یہ معروف طریقہ ہے جس کی بہت ساری مثالیں آپ کو قرآن مجید میں مل جائیں گی۔ یہاں کچھ نظائر ہم پیش کرتے ہیں۔

قُلْ أَرَأَيْتُمْ شُرَكَاءَكُمُ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَاوَاتِ أَمْ آتَيْنَاهُمْ كِتَابًا فَهُمْ عَلَى بَيِّنَتٍ مِنْهُ بَلْ إِنْ يَعِدُ الظَّالِمُونَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا إِلَّا غُرُورًا

(اے نبی ﷺ) ان سے کہو، "کبھی تم نے دیکھا بھی ہے اپنے اُن شریکوں کو جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہو؟ مجھے بتاؤ، انہوں نے زمین میں کیا پیدا کیا ہے؟ یا آسمانوں میں ان کی کیا شرکت ہے"؟ (اگر یہ نہیں بتا سکتے تو ان سے پوچھو) کیا ہم نے انہیں کوئی تحریر لکھ کر دی ہے جس کی بنا پر یہ (اپنے اس شرک کے لیے) کوئی صاف سند رکھتے ہوں؟ نہیں، بلکہ یہ ظالم ایک دوسرے کو محض فریب کے جھانسے دیے جا رہے ہیں (فاطر:۴۰۔۱۴)

قُلْ أَرَأَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَاوَاتِ ائْتُونِي بِكِتَابٍ مِنْ قَبْلِ هَذَا أَوْ أَثَارَةٍ مِنْ عِلْمٍ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ

اے نبی ﷺ، اِن سے کہو، "کبھی تم نے آنکھیں کھول کر دیکھا بھی کہ وہ ہستیاں ہیں کیا جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہو؟ ذرا مجھے دکھاؤ تو سہی کہ زمین میں انہوں نے کیا پیدا کیا ہے، یا آسمانوں کی تخلیق و تدبیر میں ان کا کیا حصہ ہے اِس سے پہلے آئی ہوئی کتاب یا علم کا کوئی بقیہ (اِن عقائد کے ثبوت میں) تمہارے پاس ہو تو وہی لے آؤ اگر تم سچے ہو "(الأحقاف:۴)

خَلَقَ السَّمَاوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَأَلْقَى فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ ☆هَذَا خَلْقُ اللَّهِ فَأَرُونِي مَاذَا خَلَقَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ بَلِ الظَّالِمُونَ فِي ضَلَالٍ مُبِين

اس نے آسمانوں کو پیدا کیا بغیر ستونوں کے جو تم کو نظر آئیں اُس نے زمین میں پہاڑ جما دیے تاکہ وہ تمہیں لے کر ڈھلک نہ جائے اس نے ہر طرح کے جانور زمین میں پھیلا دیے اور آسمان سے پانی برسایا اور زمین میں قسم قسم کی عمدہ چیزیں اگا دیں، یہ تو ہے اللہ کی تخلیق، اب ذرا مجھے دکھاؤ، ان دوسروں نے کیا پیدا کیا ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ یہ ظالم لوگ صریح گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں (لقمان:۱۰۔۱۱)

أَمَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَنْبَتْنَا بِهِ حَدَائِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُنْبِتُوا شَجَرَهَا أَإِلَهٌ مَعَ اللَّهِ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَعْدِلُونَ

بھلا وہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تمہارے لیے آسمان سے پانی برسایا پھر اس کے ذریعہ سے وہ خوشنما باغ اگائے جن کے درختوں کا اگانا تمہارے بس میں نہ تھا؟ کیا اللہ کے ساتھ اور کوئی معبود بھی ہے؟ (نہیں)، بلکہ یہی لوگ راہِ راست سے ہٹ کر چلے جا رہے ہیں (النمل:۶۰)

أَمَّنْ جَعَلَ الْأَرْضَ قَرَارًا وَجَعَلَ خِلَالَهَا أَنْهَارًا وَجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا أَإِلَهٌ مَعَ اللَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ

اور وہ کون ہے جس نے زمین کو جائے قرار بنایا اور اس کے اندر دریا رواں کیے اور اس میں (پہاڑوں کی) میخیں گاڑ دیں اور پانی کے دو ذخیروں کے درمیان پردے حائل کر دیے؟ کیا اللہ کے ساتھ اور کوئی معبود بھی ہے؟ نہیں، بلکہ اِن میں سے اکثر لوگ نادان ہیں (النمل:۶۱)

أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ أَإِلَهٌ مَعَ اللَّهِ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ

کون ہے جو بے قرار کی دعا سنتا ہے جبکہ وہ اُسے پکارے اور کون اس کی تکلیف رفع کرتا ہے؟ اور (کون ہے جو) تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ اور کوئی معبود بھی ہے؟ تم لوگ کم ہی سوچتے ہو (النمل:۶۲)

أَمَّنْ يَهْدِيكُمْ فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ أَإِلَهٌ مَعَ اللَّهِ تَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ

اور وہ کون ہے جو خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں تم کو راستہ دکھاتا ہے اور کون اپنی رحمت کے آگے ہواؤں کو خوشخبری لے کر بھیجتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ دوسرا بھی کوئی معبود ہے۔ بہت بالا و برتر ہے اللہ اس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں (النمل:۶۳)

أَمَّنْ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَمَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَإِلَهٌ مَعَ اللَّهِ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ

اور کون ہے جو خلق کی ابتدا کرتا اور پھر اس کا اعادہ کرتا ہے؟ اور کون تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے کہو کہ لاؤ اپنی دلیل اگر تم سچے ہو (النمل:۶۴)

شرک کے دروازے

تین اہم حقیقتیں ہے جن سے ناواقفیت کسی بندے کو شرک تک لے جاتی ہیں۔ یا تو بندہ اپنے رب سے بیگانہ ہوتا ہے اور اس کو اپنے رب کا صحیح تعارف حاصل نہیں ہوتا۔ یا پھر رب کا تعارف تو ہوتا ہے لیکن اس کی عظمتوں کی قدر اور اس کی قدرتوں کا احساس نہیں ہوتا۔ یا پھر وہ عبادت کی حقیقت سے ناواقف ہوتا ہے۔

توحید ربوبیت کا بیان بندے کو اس کے رب سے متعارف کراتا ہے۔

توحید اسماء صفات کا بیان اس کو رب کی عظمتوں کا احساس دلاتا ہے۔

اور توحید الوہیت اس کو عبادت کی حقیقت سمجھاتی ہے۔

جس شخص کو یہ تینوں چیزیں حاصل ہو جائے اس کا سر کبھی غیر اللہ کی بارگاہ میں نہیں جھک سکتا۔

ربوبیت اور الوہیت کا بیان بندے کے دل میں توحید کا نور روشن کرتے ہیں۔ اور رب کے اسماء وصفات کا بیان اس نور کا پھیلاتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بندہ توحید میں کمال کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے۔

(جاری)

اطلاع

صحابی رسول یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اور امیر یزید بن معاویہ رحمہ اللہ سے متعلق ایک روایت کی تحقیق پر ہمارے اور حافظ زبیر علی زئی کے بیچ کئی مہینوں سے تحریری مناقشہ جاری ہے۔

اس سلسلے میں ہماری تحریروں کو ''خیرالحدیث'' بلاگ سے ڈاؤنلوڈ کیا جاسکتا ہے، یاد رہے کہ اس سلسلے کی اگلی تحریریں بھی اسی بلاگ پر اپلوڈ کی جائیں گی۔

پہلی تحریر

کیا یزید بن معاویہ رحمہ اللہ سنت کو بدلنے والے تھے؟

اس تحریر کو درج ذیل بلاگ سے پی ڈی ایف میں ڈاؤنلوڈ کریں

khairulhadees.blogspot.in

دوسری تحریر

کیا یزید بن معاویہ رحمہ اللہ سنت کو بدلنے والے تھے؟

اس تحریر کو درج ذیل بلاگ سے پی ڈی ایف میں ڈاؤنلوڈ کریں

khairulhadees.blogspot.in

تیسری تحریر

رسول اللہ ﷺ کی سنت کو بدلنے والا یزید: یہ روایت موضوع اور من گھڑت ہے

اس تحریر کو درج ذیل بلاگ سے پی ڈی ایف میں ڈاؤنلوڈ کریں

khairulhadees.blogspot.in

کفایت اللہ سنابلی

نعمتوں کی قدر کیسے؟ (۱)

سہیل احمد رحمانی [آئی، آئی، سی]

عَنْ، عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ :أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِرَجُلٍ" :اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبلَ خمسٍ :حياتُكَ قَبلَ مَوتِكَ وَ صِحَّتُكَ قَبلَ سَقَمِكَ -و فَرَاغَكَ قَبلَ شُغلِكَ -وَ شَبَابَكَ قَبلَ هَرَمِكَ -وَ غِناكَ قَبلَ فَقرِكَ

پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو: زندگی کو موت سے پہلے، صحت کو بیماری سے پہلے، خالی اوقات کو مشغولیت سے پہلے، جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، اورامیری کو فقیری سے پہلے۔ (حاکم، شعب الایمان للبیهقی صحیح :صحیح الجامع :۱۰۷۷)

اللہ نے انسان کی تخلیق کی اور اسے بے شمار قسم کی نعمتوں سے نوازا، اور پھر اسی رب نے ان نعمتوں کی قدر کا طریقہ بھی بتایا تا کہ ایک انسان رب کی دی ہوئی نعمتوں کا غلط استعمال نہ کرے جس کے ذریعہ وہ رب العالمین کا ناشکرہ بندہ بن جائے اور شیطان اپنی کوشش میں کامیاب ہو جائے، کیونکہ شیطان کی سب سے بڑی کوشش یہی ہوتی ہے کہ وہ انسان کو ناشکرہ بنا دے جیسا کہ اس نے رب العالمین سے یہ بات کہی تھی جب اللہ نے اسے دھتکارا تھا۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

قَالَ فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ .ثُمَّ لَآتِيَنَّهُمْ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ .(سورة الاعراف 17)

پھر شیطان نے کہا کہ مجھے تو تو نے ملعون کیا ہی ہے۔ میں بھی تیرے سیدھے راستے پر ان کو (گمراہ کرنے) کیلئے بیٹھوں گا۔ پھران پر حملہ کروں گا ان کے آگے سے بھی اور ان کے پیچھے سے بھی ان کی داہنے جانب سے بھی اور ان کی بائیں جانب سے بھی اور تو ان میں سے اکثر کو شکرگزار نہ پائے گا۔

اس آیت کریمہ میں اللہ نے شیطان کے اس حربے کا ذکر کیا ہے جو وہ انسانوں کو گمراہ کرنے کے لئے استعمال کرتا ہے اور زیادہ تر لوگوں کو ناشکرہ بنادیتا ہے، جس کا مشاہدآج ہم خود انسانوں میں کر سکتے ہیں۔

آج بندے کے پاس اگر کچھ ظاہری نعمتوں کی کمی ہوتی ہے تو وہ اللہ کی بڑی بڑی نعمتوں کا انکار بڑی آسانی سے کر دیتا ہے جبکہ اللہ کی ناشکری انسان کو سخت عذاب کا مستحق بنا سکتی ہے جیسا کہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيد.

اور جب تمہارے پروردگار نے تمہیں آگاہ کر دیا کہ اگر تم شکرگزاری کرو گے تو بیشک میں تمہیں زیادہ دونگا، اور اگر تم ناشکری کرو گے تو یقیناً میرا عذاب بہت سخت ہے۔ (سورہ ابراهیم آیت ۷)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ شکر سے نعمت میں زیادتی ہوتی ہے۔ شکر کی اصل یہ ہے کہ آدمی نعمت کا تصوّر اور اس کا اظہار کرے، اور حقیقت شکر یہ ہے کہ مُنعم کی نعمت کا اس کی تعظیم کے ساتھ اعتراف کرے اور نفس کو اس کا خُوگر بنائے۔ یہاں ایک باریک بات ہے وہ یہ کہ بندہ جب اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کے طرح طرح کے فضل و کرم و احسان کا مطالعہ کرتا ہے تو اس کے شکر میں مشغول ہوتا ہے اس سے نعمتیں زیادہ ہوتی ہیں اور بندے کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت بڑھتی چلی جاتی ہے۔ یہ مقام بہت برتر واعلیٰ ہے اور اس سے اعلیٰ مقام یہ ہے کہ مُنعم کی محبت یہاں تک غالب ہو کہ قلب کو نعمتوں کی طرف التفات باقی نہ رہے، یہ مقام صدیقین کا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں شکر کی توفیق عطا

فرمائے۔

مذکورہ حدیث میں نبی ﷺ نے کچھ عظیم نعمتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انہیں غنیمت سے تشبیہ دی ہے اور کہا ہے کہ انسان ان نعمتوں کو ان کے ختم ہونے سے پہلے غنیمت جان لے، قدر کر لے، ورنہ بعد میں اسے ندامت وشرمندگی اٹھانی پڑے گی، جب وہ نعمتیں اس سے چھین اور اٹھالی جائیں گی انہیں نعمتوں کی مختصر تشریح درج ذیل ہے

☆حیاتُکَ قَبلَ موتِکَ☆

سب سے پہلی عظیم نعمت انسان کی حیات (زندگی) ہے جسکی تخلیق اللہ نے ابتلاء وآزمائش کے لئے کی ہے جیسا کہ رب العالمین کا ارشاد ہے:

الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ .

اُسی نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون اچھے عمل کرتا ہے اور وہ زبردست اور بخشنے والا ہے [سورۃ الملک آیت ۲]

یعنی اللہ تعالیٰ نے زندگی اور موت کا یہ کارخانہ عبث نہیں بنایا ہے بلکہ لوگوں کے امتحان کے لئے بنایا ہے کہ کون نیکی کا عمل اختیار کرتا ہے اور کون بدی کا۔ زندگی امتحان کی مہلت ہے اور موت کے معنی یہ ہیں کہ امتحان کا وقت ختم ہوگیا۔ اس امتحان کا لازمی تقاضا ہے کہ ایک دن ایسا آئے جس میں نیکوکار اپنی نیکیوں کا صلہ پائیں اور بدکار اپنی بدکاریوں کی سزا بھگتیں گے

اس زندگی کے بعد ایک لمحہ بھی مہلت نہ دی جائے گی کہ ایک انسان کچھ بھی عمل کر سکے گا جو وہ دنیاوی زندگی میں کیا کرتا تھا۔ چاہے وہ کلمہ، نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج وغیرہ اس طرح کی جو بھی عبادتیں ہیں۔ اور کچھ جہنمی تو اللہ سے اعمال صالحہ کرنے کے لئے زندگی بھی مانگیں گے، لیکن انہیں دوبارہ زندگی نہیں دی جائے گی جیسا کہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿وَهُمْ يَصْطَرِخُونَ فِيهَا رَبَّنَا أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُم مَا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ فَذُوقُوا فَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ نَصِيرٍ﴾ .

اور وہ اس میں چلائیں گے کہ اے ہمارے رب ہمیں نکال ہم نیک کام کریں برخلاف ان کاموں کے جو کیا کرتے تھے کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی تھی جس میں سمجھنے والا سمجھ سکتا تھا اور تمہارے پاس ڈرانے والا آیا تھا پس مزہ چکھو پس ظالموں کا کوئی مددگار نہیں (سورہ فاطر)

اس آیت کریمہ میں اللہ نے ایک خاص چیز کی طرف اشارہ کیا ہے اور وہ ہے دنیاوی زندگی کا۔ عمر جسے انسان بہت ہی معمولی سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ ابھی تو میں بوڑھا نہیں ہوا ہوں تو عمل کیوں کروں جب بوڑھا ہو جاوں گا پھر عمل کروں گا۔

اور اس آیت کریمہ میں "اتنی عمر " سے مراد سن شعور ہے۔ بلوغت کے بعد انسان میں عقل وشعور آجاتا ہے وہ اپنا نفع ونقصان سمجھنے کے قابل ہو جاتا ہے اسی لئے اس عمر میں وہ شرعاً مکلّف سمجھا جاتا ہے۔ اس عمر سے پہلے اگر کوئی شخص مرجائے تو اس کا عذر قابل قبول ہوسکتا ہے۔ اور جس شخص کو چالیس یا پچاس یا ساٹھ برس عمر مل جائے تو اس پر تو مکمل طور پر حجت تمام ہو جاتی ہے۔ اور یہی وہ بات ہے جو حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے وضاحت کی ہے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَعْذَرَ اللَّهُ إِلَى امْرِءٍ أَخَّرَ أَجَلَهُ، حَتَّى بَلَّغَهُ سِتِّينَ سَنَةً . حضرت ابو ہریرہ نے نبی ﷺ سے نقل فرمائی ہے کہ جو شخص کم عمر پائے اس کے لیے تو عذر کا موقع ہے، مگر ۶۰ ساٹھ سال اور اس سے اوپر عمر پانے والے کے لیے کوئی عذر نہیں ہے [بخاری، کتاب الرقاق، حدیث ٦٤١٩]۔

اور اللہ کے رسول ﷺ نے ایک دوسری حدیث میں بیان فرمایا ہے کہ قیامت کے دن پہلا سوال جو ہوگا وہ عمر (یعنی حیات) کے بارے میں ہوگا جیسا کہ عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لا تَزُولُ قَدَمُ ابْنِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عِنْدِ رَبِّهِ حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ خَمْسٍ عَنْ عُمُرِهِ فِيمَ أَفْنَاهُ وَعَنْ شَبَابِهِ فِيمَ أَبْلاهُ وَمَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيمَ أَنْفَقَهُ وَمَاذَا عَمِلَ فِيمَا عَلِمَ.

قیامت کے روز ابن آدم کے قدم اس کے رب کے پاس سے اس وقت تک نہیں ہل سکتے جب تک کہ اس سے پانچ چیزوں کے بارے میں

سوال نہ کر لیا جائے۔ اس کی عمر کے تعلق سے کہ اسے کس چیز میں گنوایا؟ اور اس کی جوانی کے تعلق سے کہ اسے کہاں گزارا؟ اور اس کے مال کے تعلق سے کہ اسے کہاں سے کمایا؟ اور کہاں خرچ کیا؟ اور جو علم حاصل کیا اس پر کتنا عمل کیا؟ [ترمذی :حسن :صحیح الجامع :۷۲۹۹]

یعنی موت ایک اٹل حقیقت ہے جس کا جام ذی روح کو پینا ہے چاہے وہ نبی ہو، ولی، امیر ہو غریب ہو، کوئی بچہ ہو یا جوان اور بوڑھا غرض کہ کوئی بھی انسان موت کی تلخی سے بچ نہیں سکتا ہے اسی لئے اللہ کے رسول ﷺ نے انسانوں کو زندگی کی قدر کا حکم دیا ہے اس کے ختم ہو نے سے پہلے یعنی موت سے پہلے۔

☆صِحَّتَکَ قَبلَ سَقَمِکَ☆

دوسری عظیم نعمت صحت و تندرستی ہے جو اللہ تبارک وتعالی نے ایک انسان کو عطاء کیا ہے کائنات میں کچھ ہی لوگ اس نعمت کی قدر کرتے ہیں لیکن نبی ﷺ کے فرمان کے مطابق انسانوں کی اکثریت اس نعمت کو ضائع و برباد کر دیتی ہیں جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ :قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ: الصِّحَّةُ وَالفَرَاغُ

"حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں، کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، کہ دو نعمتیں ایسی ہیں کہ اکثر لوگ ان کی قدر نہیں کرتے (ایک) تندرستی (دوسرے) خوش حالی، [صحیح البخاری ٦٤٢١]

شاید اس لئے کہ انسان نے انھیں حاصل کرنے میں کوئی تکلیف نہیں اٹھائی ہے جن کی وجہ سے ان کا حق ادا نہیں کرتا ہے بلکہ انہیں معصیت اور ایسی راہ میں استعمال کرتا ہے جس میں اس کیلئے کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ وہ نقصان کا بھی متحمل ہوتا ہے۔

تندرستی ایسی گراں قدر نعمتوں میں سے ایک ہے کہ صحت مند انسان اس کی طرف توجہ نہیں کرتا اور وہ اس وقت اس کی قدر جانتا ہے جب وہ کسی بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے، اس کی مثال اس مچھلی کی سی ہے کہ جب تک پانی میں تیرتی ہے وہ پانی کی قدر نہیں جانتی، جوں ہی پانی سے باہر آتی ہے، تو پانی کی اہمیت کا احساس ہوتا ہے۔ کسی انسان کو اگر صحت کی قدر سمجھنی ہے تو کسی اسپتال کا دورہ کرے پھر اس کو یہ بات سمجھ میں آئے گی کہ تندرستی کتنی بڑی نعمت ہے اور اللہ نے مجھے کتنے بہتر حال میں رکھا ہے۔

ایسا اتفاق بہت کم پیش آتا ہے کہ انسان اپنے اردگرد موجودہ نعمتوں، جیسے گفتگو کرنے کی صلاحیت جیسی نعمت کے بارے میں غور کرے اور اس نعمت کی وجہ سے خدائے متعال کا شکر بجالائے، بلکہ وہ اس لحہ میں اس نعمت کے بارے میں متوجہ ہو جاتا ہے جب اس کی آواز اچانک رک جاتی ہے اور بات کرنے کی طاقت اس سے سلب ہو جاتی ہے ایسی حالت میں انسان اس حد تک آمادہ ہوتا ہے کہ اس نعمت کو دوبارہ پانے کیلئے اپنی ساری دولت خرچ کردے، تو وہ اسکے لئے بھی تیار ہو جاتا ہے۔

☆وفَرَاغَکَ قَبلَ شُغلِکَ☆

تیسری عظیم نعمت وقت ہے جسکی شریعت میں بڑی قدر ومنزلت بتائی گئی ہے۔ وقت انسان کی زندگی میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ وقت انسان کی زندگی کی اکائی ہے۔ وقت انسان کے لیے اللہ کی طرف سے تحفہ آسمانی ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم وقت کو صحیح استعمال کریں۔ جو لوگ وقت کو صحیح استعمال کرتے ہیں وہ زمانے میں وقت کے ساتھ چلتے ہیں۔ لیکن جو لوگ وقت کو صحیح استعمال نہیں کرتے تو وقت انکو پیچھے چھوڑ دیتا ہے۔ اسی لئے شریعت اسلامیہ نے اس انسان کو خسارہ اور گھاٹا اٹھانے والا بتایا ہے جو اس نعمت کی قدر نہیں کرتا ہے اور وقت کو ٹائم پاس کہہ کر کبھی پکنک منانا، تو کبھی فلم بینی اور کرکٹ دیکھنے یا کھیلنے میں وقت ضائع کرنا، تو کبھی غیبت اور غیر شرعی مجلسوں میں اپنا وقت گزار دینا انسان کے آخرت کی بربادی وخسارے کا ایک بڑا سبب ہے، جیسے رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿ وَالْعَصْرِ ، إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ ، إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴾.

قسم ہے زمانے کی، انسان درحقیقت خسارے میں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو صدق دل سے ایمان لائے ہوں گے اور انہوں نے کام

بھی نیک کئے ہوں گے اور وہ ایک دوسرے کو حق کی نصیحت اور صبر کی تلقین بھی کرتے رہے ہوں گے[سورۃ العصر ۱و۳]۔

اس آیت کریمہ میں جو لفظ عصر ہے یہ لفظ بنیادی طور پر دو معنوں میں آتا ہے(۱) عصر کا وقت جو انتہائی مصروفیات کا وقت ہوتا ہے۔اسی اہمیت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے بطور خاص اس وقت کی نماز کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا :

﴿حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۗ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ-﴾[سورۃالبقرۃ:۲۳۸]

اور احادیث میں یہ صراحت مذکور ہے۔کہ صلوٰۃ وسطیٰ سے مراد عصر کی نماز ہے۔نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

عَنْ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الَّذِي تَفُوتُهُ صَلَاةُ الْعَصْرِ فَكَأَنَّمَا وُتِرَ أَهْلَهُ وَمَالَهُ.

کہ جس شخص کی عصر کی نماز ضائع ہوگئی۔وہ سمجھ لے کہ اس کا گھر بار اور مال لٹ گیا۔[ترمذی، ابو اب الصلوۃ۔ باب ماجاء فی السھو عن وقت صلوۃ العصر۔ ح۱۷۵،ص:۳۳۱]

اور عصر کا دوسرا معنیٰ "زمانہ "اور اس سے وہی زمانہ یا عرصہ مراد لیا جاسکتا ہے۔جو بنی نوع انسان کی پیدائش سے لے کر قیامت تک کا وقت ہے۔بنی نوع انسان کی پیدائش سے پہلے کا نہیں۔اس لیے کہ اللہ تعالیٰ عصر کو بنی نوع انسان پر بطور شاہد بیان فرمایا ہے اور جب انسان کا وجود ہی نہ تھا تو شہادت کیسی؟

دنیا میں آدمی جتنا بھی دولت مند اور صحت یاب ہو۔اگر وہ وقت کا صحیح استعمال نہ کرے وقت کی قدر و قیمت کو نہ جانے۔تو وہ ہمیشہ ہر کام میں ناکام رہتا ہے۔دولت اور صحت مندی تو واپس آسکتی ہے لیکن وقت کا گزرا ہوا ایک ایک لمحہ کبھی بھی واپس نہیں آسکتا۔اس لیے جن لوگوں نے وقت کی قدر و قیمت کو جانا اور وقت کو لمحہ بہ لمحہ صحیح استعمال کیا۔انہوں نے دنیا میں کامیابی حاصل کی اور انکا نام روشن ہوا۔تو اس لیے ہمیں بھی چاہیے کہ ہم بھی وقت کی قدر کریں اور اس کو صحیح استعمال کریں۔

اگر ہم ایک مسلمان کی حیثیت سے اس بات پر غور کریں تو ہمیں اندازہ ہوگا کہ شریعت میں وقت کی بہت اہمیت بیان کی گئی ہے۔جیسے کہ نماز کی ادائیگی میں۔نماز کو اپنے وقت پر ادا کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

اگر نہ کرے تو گناہ گار ہوگا۔زکاۃ کے قابلِ ادا ہونے کا انحصار بھی دولت کا ایک وقت تک آپ کے پاس موجود ہونے پر ہے۔اور اگر اس مقررہ مدت یعنی ایک سال پورا ہونے پر ادا نہ کی تو بھی وہ گناہ گار ٹھہرے گا۔

اسی طرح ہم روزوں کے حوالے سے دیکھیں تو روزے ہم پر سال کے ایک خاص مہینے یعنی رمضان کے مہینے میں رکھنا فرض ہیں اور سحر و افطار کا ایک خاص وقت ہے۔

حج بھی سال کے ایک مہینہ یعنی ذی الحجہ میں ہی ادا کرنا فرض قرار دیا گیا ہے۔

اگر ہم عام اور روز مرہ کی زندگی کا جائزہ لیں تو ہمارے تمام امور کا انحصار وقت پر ہی ہے۔اگر ہم کوئی نوکری وغیرہ کرتے ہیں تو ہماری روزانہ ڈیوٹی کا ایک خاص وقت ہوتا ہے۔اگر ہم اس مقررہ وقت سے زیادہ ڈیوٹی انجام دیں تو اوورٹائم کے حقدار ہوتے ہیں۔اور اگر کم کریں گے تو ہماری تنخواہ کاٹی بھی جاسکتی ہے۔اسی طرح جب کسی بھی کمپنی کو کوئی پروجیکٹ وغیرہ اوارڈ کیا جاتا ہے تو اس پروجیکٹ کو ایک خاص وقت تک مکمل کرنا ضروری ہوتا ہے اور اگر نہ کیا جائے تو اسے جرمانے وغیرہ کا سامنا کرنا پڑتا ہے،وقت کی اتنی فضیلت و منزلت ہونے کے باوجود انسانوں کی اکثریت اسے بڑی آسانی سے گزار دیتے ہیں جیسا کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ :قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ: الصِّحَّةُ وَالفَرَاغُ "

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں، کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، کہ دو نعمتیں ایسی ہیں کہ اکثر لوگ ان کی قدر نہیں کرتے (ایک) تندرستی (دوسرے) خوش حالی (خالی اوقات)،[صحیح بخاری:جلد سوم:حدیث نمبر ۶۴۲۱]

یعنی انسانوں کی اکثریت اپنی صحت وتندرستی اور خالی اوقات کا استعمال عبادت اور رب کے رضامندی والے کام میں نہیں کرتی ، حالانکہ دنیا میں وقت ضائع کرنا آخرت میں جنت سے محرومی کا سب سے بڑا سبب ہے ۔۔۔۔۔(جاری ہے۔۔۔)

جوامع الکلم

نرمی اور آسانی اسلامی شریعت کا امتیاز (۱)

فضیلۃ الشیخ نورالحسن المدنی حفظہ اللہ　　استاذ: کلیۃ الحدیث، بنگلور۔

استاذ محترم فضیلۃ الشیخ نورالحسن مدنی حفظہ اللہ کلیۃ الحدیث بنگلور کے استاذ ہیں اس سے قبل آپ ملک کی عظیم الشان درس گاہ جامعہ اسلامیہ سنابل میں تدریس کے فرائض انجام دے چکے ہیں۔ آپ علم حدیث ورجال میں حیرت انگیز مہارت رکھتے ہیں، اس مقدس وبابرکت فن میں آپ پر اللہ تبارک وتعالی نے جو خاص فضل وانعام کیا ہے اس کا اندازہ وہی شخص کرسکتا ہے جس نے آپ کے دروس میں شرکت کی ہو اور علم حدیث سے متعلق امت کی علمی میراث کا ایک معتدبہ حصہ اس کی نظروں سے گذر چکا ہو۔ جامعہ اسلامیہ سنابل کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے جس نے ہمیں شیخ محترم سے استفادہ کا موقع فراہم کیا، ہم نے آپ سے حدیث وعلوم حدیث میں جو کچھ پڑھا ہے ان میں صحیح بخاری، نزھۃ النظر، تدریب الراوی اور جرح وتعدیل کے اصول وقواعد قابل ذکر ہیں۔

ہمیں یہ کہتے ہوئے بے حد خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ استاذ محترم نے ''اہل السنہ'' میں جوامع الکلم کے نام سے ایک کالم شروع کیا ہے جس میں ان شاء اللہ آپ مستقل لکھتے رہیں گے۔ استاذ محترم نے اس سے قبل یہی سلسلہ مرکز ابوالکلام آزاد اسلامک اویکننگ سینٹر، دہلی سے جاری ہونے والے مجلّہ ''التوعیہ'' میں شروع کیا تھا جو بہت مقبول ہوا۔ لیکن بعض اسباب کی بنا پر یہ مجلّہ بند ہوگیا اور اس کے ساتھ ہی استاذ محترم نے بھی یہ سلسلہ موقوف کردیا۔ اس بیچ سنابلی اخوان بالخصوص استاذ محترم کے تلامذہ کی یہ شدید خواہش تھی کہ کسی طرح آپ کی تحریروں سے استفادہ کا موقع ملتا رہتا، بایں خاطر آپ سے مسلسل درخواست کی جاتی رہی اور الحمد للہ ہمارے بے حد اصرار پر استاذ محترم ''اہل السنہ'' میں لکھنے پر رضامند ہوگئے جس کے لئے ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں اور استاذ محترم کے حق میں دعاء خیر کرتے ہیں کہ رب العالمین آپ کی علم میں مزید برکت دے اور ہم سب کو اس سے مستفید کرے۔ آمین۔ **ایڈیٹر۔**

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم

"إِنَّ اللَّهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الْأَمْرِ كُلِّهِ"

یقیناً اللہ رفیق ہے تمام معاملات میں نرمی اور لطافت کو پسند کرتا ہے۔

تخریج حدیث

۞ یہ حدیث صحیح بخاری میں مکرر وارد ہوئی ہے کہیں اختصار اور کہیں تفصیل کے ساتھ، مقامات کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

☆ ۱:- کتاب الادب، باب الرفق فی الامر کلہ، ح: ۶۰۲۴ وباب لم یکن النبی ﷺ فاحشا ولا متفاحشا، ح: ۶۰۳۰۔

☆ ۲:- کتاب الاستئذان، باب کیف الرد علی اہل الذمۃ بالسلام، ح: ۶۲۵۶۔

☆ ۳:- کتاب الدعوات، باب الدعاء علی المشرکین، ح: ۶۳۹۵

وباب قول النبی ﷺ یستجاب لنا فی الیہود ولا یستجاب لہم فینا، ح:۶۴۰۱۔

☆ ۴:۔کتاب استتابۃ المرتدین والمعاندین وقتالہم ،باب اذا عرض الذمی اوغیرہ بسب النبی ﷺ ولم یصرح ،ح:۶۹۲۶و۶۹۲۷۔

۞ صحیح مسلم میں یہ حدیث دوجگہ وارد ہوئی ہے پہلی جگہ: کتاب السلام ،باب النہی عن ابتداء اہل الکتاب ،باب السلام وکیف یرد علیہم ، ح:۲۱۶۵۔

اور دوسری جگہ: کتاب البر والصلہ ، باب فضل الرفق ،ح:۲۵۹۳ ہے۔

۞ سنن ابی داوٗد میں یہ حدیث کتاب الادب ،باب فی الرفق ،ح:۴۸۰۷ ۔میں وارد ہوئی ہے۔

۞ جامع الترمذی میں امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہ حدیث کتاب الاستئذان ،باب ماجاء فی کراہیۃ السلام علی الذمی ،ح:۲۷۰۱۔میں ذکر کیا ہے۔

۞ امام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں یہ حدیث کتاب الادب ،باب الرفق ، ح: ۳۶۸۸ ۔ میں درج کیا ہے سنن دارمی میں یہ حدیث کتاب الرقاق ،باب فی الرفق :۔۳۲۳/۲۔میں بروایت عائشہ رضی اللہ عنہا اور بروایت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ موجود ہے۔

۞ موٗطا امام مالک میں یہ حدیث کتاب الجامع ،باب مایؤمر بہ من العمل فی السفر ،ح:۲۰۶۲۔میں مذکور ہے۔

۞ مسند احمد میں یہ حدیث متعدد صحابہ سے مروی ہے، بروایۃ علی رضی اللہ عنہ :۔۲۳۴/۲۔۲۳۵،ح:۹۰۲۔اور بروایۃ عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ :۔۳۵۶/۲۷،ح:۱۶۸۰۲۔اور بروایۃ عائشۃ رضی اللہ عنہا :۔۱۰۹/۴۰،ح:۲۴۰۹۰ ۔(۱)

سبب ورود حدیث(۲)

اس حدیث کا سببِ ورود یہ ہے کہ یہود کی ایک جماعت رسول اکرم ﷺ سے اجازت کی خواہاں ہوئی اور سلام کرتے ہوئے گویا ہوئی ''اَلسَّامُ عَلَیْکُم ''،جس کا مطلب اردو میں ''تمہاری موت ہو'' ہے۔ قوم یہود اپنی شرپسند ذہنیت کا ثبوت پیش کرتے ہوئے ''السلام علیکم'' کی جگہ''السام علیکم'' کہتے تھے جو سلامتی کی دعا کے بجائے موت کی بددعا ہے جو اسلام اور اہل اسلام کے تئیں قوم یہود کی حاسدانہ اور حاقدانہ ذہنیت کا ایک مظہر ہے،اللہ کے رسول ﷺ نے انکی یہ شرارت اور خباثت محسوس کر لی لیکن آپ کی متانت اور وقار میں کوئی فرق نہیں آیا،آپ نے پوری سنجیدگی کے ساتھ ان کی خباثت ان پر الٹ دی اور جواب میں ''علیکم'' یا بعض روایات کے مطابق ''وعلیکم'' کہنے پر اکتفا کیا اول الذکر کا مطلب ہے کہ تمہاری موت ہو اور آخر الذکر کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہمارے لئے موت ہے تو تم بھی لقمہء اجل بننے سے اپنے آپ کو محفوظ نہیں رکھ سکتے۔

اللہ کے رسول ﷺ کا یہ جواب ''علیکم'' یا ''وعلیکم'' اپنے آپ میں ایک مکمل درس ہے ۔ اسلامیان عالم کے لئے ایک بہترین اسوہ ہے رہتی دنیا تک کے لئے ایک پیغام ہے کہ حاقدین اسلام کی شرپسندیوں اور اشتعال انگیزیوں کا جواب اشتعال پسندی اور شر

(۱) یہ حدیث بعض دیگر دواوین سنت میں بھی موجود ہے اختصار کے پیش نظر احاطہ نہیں کیا گیا ہے۔

(۲) جس طرح قرآن میں سبب نزول ہوتا ہے یا شان نزول یعنی کس پس منظر اور بیک گراؤنڈ میں آیت کا نزول ہوا ہے اسے شان نزول کہتے ہیں اسی طرح کس پس منظر میں حدیث وارد ہوئی اور کس موقع پر آپ نے یہ جملہ کہا تھا اسے سببِ ورودِ حدیث کہا جاتا ہے ۔محدثین نے اسباب ورودِ احادیث پر مشتمل کتابیں تصنیف کی ہیں جس طرح مفسرین نے اسباب نزول پر مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں،حدیث کے سمجھنے میں اسباب ورود حدیث کا اہم اور کلیدی رول ہوتا ہے بظاہر متعارض احادیث میں جمع و تطبیق میں بھی آسانی ہوتی ہے۔

انگیزی میں نہیں ہے بلکہ ان کے اشتعال کا جواب متانت ،وقاراور سنجیدگی میں ہے،اشتعال کے مقابلہ میں اشتعال نئے مسائل پیدا کرتا ہے، ماحول کے امن وسکون کو غارت کرتا ہے اورنئی الجھنیں جنم دیتا ہے اس لئے آپ نے اس کے جواب میں ایک خاموش پیغام دیا جب کبھی بھی دشمنان مسلم قوم کے جذبات کوٹھیس پہنچائیں انہیں بھڑکانے کی سعی نامسعود کریں یاانہیں اشتعال دلا کراپنا الوسیدھا کرنے کی ناروا کوشش کریں تو مسلم قوم مشتعل ہونے کے بجائے متانت وسنجیدگی کا دامن تھامے رہے اور بڑے ہی پروقار انداز میں اس کا توڑ کرنے کی کوشش کرے۔

آپ کی بیوی اور ہم سب کی ماں عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کا سلام سنااوراس کے درپردہ ان کی شرارت کومحسوس کرلیا اللہ کے رسول ﷺ اور اپنے شوہر کے لئے موت کی بددعاسن کراپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکیں اور بے ساختہ ان کی زبان سے نکلا ’’وبل علیکم السام واللعنۃ‘‘ بلکہ تمہاری موت ہواور اللہ کی رحمت سے دوری ہویعنی اینٹ کا جواب پتھر سے دیا اوران کے اشتعال دلانے پر مشتعل ہوگئیں، دشمن کے بھڑکانے پر بھڑک گئیں اور لطافت ونرمی اور متانت وسنجیدگی جو اس دین کا امتیاز اور اس کی شان ہے کا خیال نہیں رکھا تو اپنی بیوی کو اسلام کا یہ امتیاز زیادہ یاد دلاتے ہوئے اللہ کے رسول ﷺ گویا ہوئے

’’یا عائشۃ ! ان اللہ رفیق یحب الرفق فی الامر کلہ.

’’اے عائشہ! یقیناً اللہ تعالیٰ رفیق ہے تمام معاملات میں نرمی اور سنجیدگی کو پسند کرتا ہے۔‘‘

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے عرض کیا کہ کیا آپ نے سنانہیں کہ انہوں نے کیا کہا ہے یعنی آپ نے یہ باور کرانا چاہا کہ انہوں نے ’’السلام علیکم‘‘ نہیں کہا ہے بلکہ ’’السام علیکم‘‘ کہا ہے، یہ آپ کوسلامتی کی دعانہیں بلکہ موت آنے کی بددعادے رہے ہیں، میرا غصہ ان کی اس شرارت کی وجہ ہے میرا جواب ان کی اشتعال انگیزی کی وجہ سے ہے، آپ نے اپنی بیوی کی توجہ اپنے ناصحانہ وحکیمانہ اسلوب کی طرف مبذول کرائی اور بڑے ہی اختصار کے ساتھ قیامت تک آنے والی امت کے لئے سنجیدگی ومتانت سے بھرپور یہ جواب دیا،

’’قال : قلت وعلیکم‘‘ آپ نے کہا میں نے جواب دے دیا ہے ’’وعلیکم‘‘ آپ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو یاددلایا کہ انکی بددعا ہمارے حق میں تو قبول نہیں ہوگی لیکن ہماری بددعا ان کے حق میں قبول ہوگی۔یہی اس حدیث کا سیاق وسباق ہے۔

قوم یہود کی شرپسند طبیعت کا یہ حکیمانہ جواب ہم سب کے لئے ایک مکمل اور بہترین نمونہ ہے، جس کی اہمیت دور حاضر میں دوچند ہوگئی ہے کیونکہ اس طرح کی شرارتیں پہلے کے بالمقابل اب زیادہ ہوگئی ہیں کیونکہ دنیا اپنی تمام تر وسعت کے باوجود ذرائع ابلاغ کی کثرت اور برق رفتاری کے باعث سمٹ گئی ہے دنیا کے کسی بھی خطہ میں کی جانیوالی شرارت اوراشتعال انگیزی چاردانگ عالم میں اتنی تیزی کے ساتھ پھیلتی ہے کہ اس کے لئے جنگل کی آگ کی طرح پھیلنے کا محاورہ بھی بے معنی ہو کررہ گیا ہے، فیس بک،ٹویٹراوراس جیسی سماجی ویب سائیٹس بھی بسا اوقات اس طرح کی شرانگیزی کا اسٹیج بن جاتی ہیں۔ضرورت ہے کہ اسلامیان عالم اس حدیث کے سبب ورود میں موجود اس سبق کو سمجھیں اور رفق ونرمی کولازم پکڑیں، اپنے جذبات پر قابو رکھیں اور شر کا جواب شر سے اوراشتعال کا جواب اشتعال سے دینے کے بجائے حکیمانہ اسلوب اختیار کریں جیسا ہمارے نبی ﷺ نے کیا ہے اور جو صحابہ کرام کا طریقہ رہا ہے۔

مشہور صحابی رسول سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے بعض یہودیوں نے شرارت بھرے انداز میں استہزاء اور تحقیر کی غرض سے جب یہ کہا کہ

’’قد علمکم نبیکم کل شیئ حتی الخزارۃ‘‘.

تمہارے نبی نے تو تم کو سب کچھ سکھایا ہے یہاںتک کہ آداب استنجاء بھی سکھایا ہے۔

اس یہودی کا مقصد آپ کی تعریف وتوصیف نہیں بلکہ طنز ومزاح اور آپ کی شان میں گستاخی ہے لیکن سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے اس کی خباثت اسی پرانڈیلتے ہوئے اسی چیز کوآپ کا امتیاز بتاتے ہوئے بڑے ہی حکیمانہ انداز میں جواب دیا:’’اجل‘‘. کیوں نہیں ہمارے نبی ﷺ کی شان یہ ہے کہ وہ ہمیں سب کچھ سکھاتے ہیں پھرانہوں نے استنجاء کے بعض آداب ذکر کئے۔

رفق کی لغوی تشریح

عربی زبان میں باب نصر،کرم اورسمع سے مستعمل ہےاور "بــا" و"لا م" و "عـلی" کے صلہ کے ساتھ استعمال ہوتا ہےاس کے معنی نرمی ،آسانی اوراچھا برتاؤ کرنے کے ہیں زبان وبیان کی لطافت کے لئے بھی اسے استعمال کیا جاتا ہے(۱)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں رفق کی تشریح ان الفاظ میں کی ہے:

هو لين الجانب بالقول والفعل والاخذ بالاسهل .

یعنی قول وفعل میں نرمی کا پہلو اور آسان ترین چیز اختیار کرنا رفق کہلاتا ہے(۲)۔

علامہ مناوی رحمہ اللہ نے"ان الـلـه رفيق" کی تشریح ان الفاظ میں کی ہے:

ان الــلـه رفيق اى لـطيف بـعبـاده يريد بهم اليسر ولا يـريـدبهـم الـعسـر فيـكـلـفهم فوق طاقتهم بل يسامعهم و يلطف بهم .

یعنی اللہ تعالیٰ رفیق ہےاس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتا ہے وہ اپنے بندوں کے ساتھ آسانی کا ارادہ کرتا ہے وہ ان کے ساتھ مشکل و پریشانی کا ارادہ نہیں کرتا اسی وجہ سے وہ اپنے بندوں کو ان کی طاقت سے زیادہ کا مکلّف نہیں بناتا بلکہ انہیں آسانی دیتا ہےاوران کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتا ہے(۳)۔

رفق کی شرعی تشریح

رفق کی کوئی جامع مانع شرعی تعریف تو نہیں کی گئی لیکن مختصر الفاظ میں اس کے اندر پائے جانے والے وسیع مفہوم کو یوں بیان کیا گیا ہے:

هـو اسـتـخـدام الـتـلـطف ولين الجانب والتؤدة والاناة والتـزام الـطرف الوسط فى التعامل مع الله ومع الخلق فى جـمـيـع الامـور مـا لـم يـؤد ارتـكـاب مخطور او التهـاون والتكاسل فى عمل صالح.

یعنی نرمی ،متانت ،سنجیدگی اور آسانی کا معاملہ کرنا جلد بازی اور افراط وتفریط سے اجتناب کرنا،اس کا دائرہ کار جملہ عبادات ومعاملات ہیں شرط یہ ہے کہ نرمی کا پہلو اختیار کرنے سے کسی حرام کا ارتکاب یا کسی فرض میں سستی لازم نہ آئے۔

اس مختصر سی عبارت سے یہ بات عیاں ہوجاتی ہے کہ رفق کا دائرہ بڑا وسیع ہے یہ جملہ حقوق اللہ وحقوق العباد کو محیط ہے عبادات میں رفق یہ ہے کہ غلو اور افراط وتفریط سے کلی طور پر اجتناب کیا جائے آسانیاں بھی اختیار کی جائیں شریعت کی جانب سے ملنے والی چھوٹ نظر انداز نہ کی جائے اور بندوں کے ساتھ رفق یہ ہے کہ حتی الوسع ان کے ساتھ شفقت و رأفت کا معاملہ کیا جائے اس سے قطع نظر کہ وہ کس علاقے کے رہنے والے ہیں ان کا رنگ وروپ کیا ہے ان کا حسب ونسب کیا ہے وہ کس زبان کے بولنے والے ہیں الغرض بندوں کے درمیان پائے جانے والے شخصی یا اجتماعی امتیازات رفق ونرمی کی راہ میں حائل نہیں ہونے چاہئے علاقوں ،زبانوں اور رنگ وروپ کے اختلاف سے معاملات کے پیمانے نہیں بدلنے چاہئے ،کسی کے لئے سختی اور کسی کے لئے نرمی اور معاملات میں دہرا معیار نہیں ہونا چاہئے۔

(رفق کی جامعیت کی مزید تفصیل آئندہ شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں)

جاری ہے۔۔۔

(۱) لسان العرب لابن منظور مادہ رف ق حرف القاف فصل الراء:۔۴۰۸/۶۔۴۱۱۔
(۲) فتح الباری لابن حجر:۔۴۴۹/۱۰۔
(۳) فیض القدیر للمناوی:۔۲۲۷/۲۔

کیا معاویہ رضی اللہ عنہ شراب پیتے تھے؟؟؟

ابو الفوزان کفایت اللہ السنابلی

سوال

کیا مسند احمد (ج ۵ ص ۳۴۷) کی حدیث میں ایسا آیا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ شراب پیتے تھے؟ جیسا کہ شیعہ لوگ کہتے ہیں۔

جواب

رافضیوں، سبائیوں اور اللہ کے دشمنوں نے جلیل القدر صحابی معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے صاحبزادے یزید رحمہ اللہ دونوں سے متعلق یہ جھوٹی باتیں پھیلائی ہیں وہ شراب پیتے تھے نعوذ باللہ من ذلک، اس سلسلے میں روافض اور سبائی جتنی بھی رروایات پیش کرتے ہیں وہ سب کی سب جھوٹی اور من گھڑت ہیں۔اب جب سبائیوں نے یہ دیکھا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے شراب پینے سے متعلق ساری روایات موضوع اور من گھڑت ہیں تو انہوں نے سوچا کہ صحیح روایات سے بھی زبردستی یہی مفہوم کشید کرلیا جائے چنانچہ اس مقصد کے تحت انہوں نے مسند احمد کہ محولہ حدیث پیش کا انتخاب کیا اور اس کی سند کے ظاہری حسن کو دیکھ کر یہ سمجھ بیٹھے کہ یہ روایت صحیح ہے حالانکہ اس سیاق کے ساتھ نہ تو یہ روایت صحیح ہے اور نہ ہی اس سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ شراب پیتے تھے۔ تفصیل ملاحظہ ہو:

امام أحمد بن حنبل رحمہ اللہ (المتوفی ۲۴۱) نے کہا:

حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، حَدَّثَنِي حُسَيْنٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ قَالَ: دَخَلْتُ أَنَا وَأَبِي عَلَى مُعَاوِيَةَ فَأَجْلَسَنَا عَلَى الْفُرُشِ، ثُمَّ أُتِينَا بِالطَّعَامِ فَأَكَلْنَا، ثُمَّ أُتِينَا بِالشَّرَابِ فَشَرِبَ مُعَاوِيَةُ، ثُمَّ نَاوَلَ أَبِي، ثُمَّ قَالَ: مَا شَرِبْتُهُ مُنْذُ حَرَّمَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ثُمَّ قَالَ مُعَاوِيَةُ: كُنْتُ أَجْمَلَ شَبَابِ قُرَيْشٍ وَأَجْوَدَهُ ثَغْرًا، وَمَا شَيْءٌ كُنْتُ أَجِدُ لَهُ لَذَّةً كَمَا كُنْتُ أَجِدُهُ وَأَنَا شَابٌّ غَيْرُ اللَّبَنِ، أَوْ إِنْسَانٍ حَسَنِ الْحَدِيثِ يُحَدِّثُنِي

صحابی رسول عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرے والد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو انہوں نے ہمیں بستر پر بٹھایا، پھر ہمارے سامنے کھانا حاضر کیا جسے ہم نے کھایا، پھر مشروب لائے جسے معاویہ رضی اللہ عنہ نے پیا اور پھر میرے والد کو پیش کیا، **اور اس کے بعد کہا: میں نے آج تک اسے نہیں پیا جب سے اللہ کے رسول ﷺ نے حرام قرار دیا**، اس کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں قریش کے نوجوانوں میں سب سے خوبصورت تھا اور سب سے عمدہ دانتوں والا تھا، جوانی میں مجھے دودھ یا اچھی باتیں کرنے والے انسان کے علاوہ اس سے بڑھ کر کسی اور چیز میں لذت نہیں محسوس ہوتی تھی [مسند أحمد ط الرسالة: ۲۶/۳۸ واخرجه ايضا أبو زرعة الدمشقي فی تاریخه ۱/ ۱۰۲، وعنه ابن عساکر ۱۲۷/۲۷ من طريق احمد به]۔

ہمارے ناقص مطالعہ کے مطابق مذکورہ روایت ان الفاظ کے ساتھ منکر وضعیف ہے کیونکہ اس کے راوی زید بن حباب صدوق وحسن الحدیث ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب اوہام واخطاء تھے جیسا کہ متعدد محدثین نے صراحت کی ہے، مثلا امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ كثير الْخَطَأ

یہ بہت زیادہ غلطی کرنے والے تھے [العلل ومعرفة الرجال لأحمد رواية ابنه عبد الله: ۹۶/۲ وانظر: سؤالات أبي داود لأحمد ص ۳۱۹]۔

معلوم ہوا کہ زید بن حباب کے صدوق وحسن الحدیث ہونے کے باوجود بھی ان سے اوہام واخطاء کا صدور ہوتا تھا، لہذا عام حالات میں

ان کی مرویات حسن ہوں گی لیکن اگر کسی خاص روایت کے بارے میں محدثین کی صراحت یا قرائن وشواہد مل جائیں کہ یہاں موصوف سے چوک ہوئی ہے تو وہ خاص روایت ضعیف ہوگی۔

اور مذکورہ روایت کا بھی یہی حال ہے کیونکہ زید بن حباب نے ابن ابی شیبہ سے اسی روایت کو اس طرح بیان کیا ہے:

امام ابن أبي شيبة رحمہ اللہ (المتوفی ۲۳۵) نے کہا:

حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، عَنْ حُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بُرَيْدَةَ قَالَ: قَالَ: دَخَلْتُ أَنَا وَأَبِي عَلَى مُعَاوِيَةَ، فَأَجْلَسَ أَبِي عَلَى السَّرِيرِ وَأَتَى بِالطَّعَامِ فَأَطْعَمَنَا، وَأَتَى بِشَرَابٍ فَشَرِبَ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: مَا شَيْءٌ كُنْتُ أَسْتَلِذُّهُ وَأَنَا شَابٌّ فَآخُذُهُ الْيَوْمَ إِلَّا اللَّبَنَ، فَإِنِّي آخُذُهُ كَمَا كُنْتُ آخُذُهُ قَبْلَ الْيَوْمِ وَالْحَدِيثُ الْحَسَن

صحابی رسول عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرے والد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو انہوں نے ہمیں چارپائی پر بٹھایا ، پھر ہمارے سامنے کھانا لائے جسے ہم نے کھایا ، پھر مشروب لائے جسے معاویہ رضی اللہ عنہ نے پیا، اس کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا : جوانی میں مجھے دودھ یا اچھی باتوں کے علاوہ اس سے بڑھ کر کسی اور چیز میں لذت نہیں محسوس ہوتی تھی، اور آج بھی میرا یہی حال ہے[مصنف ابن أبي شيبة:۱۸۸/۶]۔

غور کریں یہ روایت بھی زید بن حباب ہی کی بیان کردہ ہے لیکن اس میں وہ منکر جملہ قطعا نہیں ہے جو امام احمد کی روایت میں ہے، معلوم ہوا کہ زید بن حباب نے کبھی اس روایت کو صحیح طور سے بیان کیا ہے جیسا کہ ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے، اور کبھی ان سے چوک ہوگئی ہے جیسا کہ مسند احمد کی روایت میں ہے۔

اور چونکہ مسند احمد کی روایت میں ایک بے جوڑ اور بے موقع ومحل جملہ ہے اس لئے یہی روایت منکر قرار پائے گی۔

چنانچہ امام ہیثمی رحمہ اللہ نے بھی جب اس روایت کو مجمع الزوائد میں درج کیا تو منکر جملہ کو چھوڑ دیا، امام ہیثمی رحمہ اللہ (المتوفی ۸۰۷) نے لکھا:

عن عبد الله بن بريدة قال: دخلت مع أبي على معاوية فأجلسنا على الفراش ثم أتينا بالطعام فأكلنا ثم أتينا بالشراب فشرب معاوية ثم ناول أبي ثم قال معاوية: كنت أجمل شباب قريش وأجوده ثغراً وما من شيء أجد له لذة كما كنت أجده وأنا شاب غير اللبن وإنسان حسن الحديث يحدثني. رواه أحمد ورجاله رجال الصحيح وفي كلام معاوية شيء تركته،

صحابی رسول عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرے والد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو انہوں نے ہمیں بستر پر بٹھایا ، پھر ہمارے سامنے کھانا حاضر کیا جسے ہم نے کھایا ، پھر مشروب لائے جسے معاویہ رضی اللہ عنہ نے پیا اور پھر میرے والد کو پیش کیا اس کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا : میں قریش کے نوجوانوں میں سب سے خوبصورت تھا اور سب سے عمدہ دانتوں والا تھا، جوانی میں مجھے دودھ یا اچھی باتیں کرنے والے انسان کے علاوہ اس سے بڑھ کر کسی اور چیز میں لذت نہیں محسوس ہوتی تھی۔

امام ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اسے امام احمد نے روایت کیا ہے ،اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں اور اس روایت سے معاویہ ﷛ کے کلام کے ایک ٹکڑے کو میں نے نقل نہیں کیا[مجمع الزوائد للهيثمي:۵۵/۵]۔

فائدہ:

اس روایت کی تخریج کرنے والے امام احمد رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو منکر قرار دیا ہے، چنانچہ:

امام أحمد بن حنبل رحمہ اللہ (المتوفی ۲۴۱) نے کہا:

حسين بن واقد ,له أشياء مناكير.

حسین بن واقد کے پاس منکر روایات ہیں[سؤالات الميموني :٤٤٤]۔

ایک اور موقع پر کہا:

ما أنكر حديث حسين بن واقد وأبي المنيب عن بن بريدة

حسین بن واقد اور ابوالمنیب عن بریدہ کی احادیث کس قدر منکر ہیں

[العلل ومعرفة الرجال:۳۰۱/۱]۔

نیز فرمایا:

عبد الله بن بريدة الذي روى عنه حسين بن واقد ما أنكرها

عبداللہ بن بریدہ سے حسین بن واقد نے جو روایت کیا ہے اس میں بڑی نکارت ہے[العلل ومعرفة الرجال:۲۲/۲]۔

عرض ہے کہ حسین بن واقد ثقہ راوی ہیں اوران کی مذکورہ روایت ابن ابی شیبہ کے یہاں جن الفاظ میں ہے اس میں کوئی نکارت نہیں ہے لہٰذا وہ روایت صحیح ہے جب کہ مسند احمد کی زیر بحث روایت ضعیف ہے کیونکہ اسے امام احمد نے روایت کیا ہے اور آپ نے حسین بن واقد کی مرویات کو منکر قرار دیا ہے۔

ہمارے نزدیک راجح بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ زیر بحث روایت میں نکارت کا ذمہ دار حسین بن واقد نہیں بلکہ زید بن الحباب ہے کما مضٰی۔

مشروب یعنی پینے والی چیز کیا تھی؟

مذکورہ روایت میں شراب سے مراد کوئی حلال مشروب یعنی پینے والی چیز تھی اس سے اردو والا شراب یعنی خمر مراد لینا کسی بھی صورت میں درست نہیں، نہ سیاق وسباق کے لحاظ سے اس کی گنجائش ہے اور نہ ہی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس کی امید ہے۔

بلکہ اردو والا شراب یعنی خمر مراد لینے سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بریدہ رضی اللہ عنہ پر بھی حرف آتا ہے کہ انہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ایسے مشروب کو کیوں لیا جو حرام تھا، بلکہ ایسے دسترخوان پر بیٹھنا بھی کیونکر گوارا کیا جس پر شراب (خمر) کا دور چلتا ہو، کیونکہ ایسے دسترخوان پر بیٹھنا کسی عام مسلمان کے شایان شان نہیں چہ جائے کہ ایک صحابی اسے گوارا کریں۔

مزید یہ کہ ایسے دسترخوان پر بیٹھنے کی ممانعت بھی وارد ہوئی ہے اس سلسلے کی مرفوع حدیث (ترمذی ۲۸۰۱ وغیرہ) گرچہ ضعیف ہے لیکن خلیفہ دوم عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے موقوفا یہ ممانعت بسند صحیح منقول ہے، چنانچہ:

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ (المتوفی ۲۱۱) نے کہا:

أخبرنا معمر عن زيد بن رفيع عن حرام بن معاوية قال كتب إلينا عمر بن الخطاب لا يجاورنكم خنزير ولا يرفع فيكم صليب ولا تأكلوا على مائدة يشرب عليها الخمر وأدبوا الخيل وامشوا بين الغرضين

حرام بن معاویہ کہتے ہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ہمیں لکھا کہ سور تمہارے آس پاس نہ پھٹکے، تمہارے درمیان صلیب نہ کھڑی کی جائے اور تم ایسے دسترخوان پر نہ کھاؤ جس پر شراب پی جاتی ہو اور گھوڑوں کو سکھاؤ اور دونشانوں (جہاں سے تیر چلائی جائے اور جہاں پر چلائی جائے اس) کے بیچ دوڑو [مصنف عبد الرزاق: ٦١/٦ واسناده صحيح]۔

معلوم ہوا کہ مذکورہ روایت میں مشروب سے خمر مراد لینا کسی بھی صورت میں درست نہیں۔

مسند احمد کے مترجم نسخہ میں رقم ۲۳۳۲۹ کے تحت مذکورہ حدیث ہے اور اس میں شراب کا ترجمہ نبیذ سے کیا گیا ہے۔

شرابُ کا ترجمہ نبیذ سے کرنا بھی غلط ہے کیونکہ اول شراب کا معنی نبیذ نہیں ہوتا، دوم روایت کے سیاق وسباق میں بھی ایسا کوئی اشارہ نہیں ہے کہ یہ پینے والی چیز نبیذ تھی۔

بلکہ روایت کے اخیر میں دودھ کا ذکر ہے اور امیر معایہ رضی اللہ عنہ نے دودھ اپنا پسندیدہ مشروب بتلایا ہے اس سے یہی اشارہ ملتا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دودھ ہی پیا تھا یعنی شراب سے مراد دودھ ہی ہے۔

چنانچہ امام ہیثمی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو نقل کرکے اس پر یہ باب قائم کیا ہے:

باب ما جاء في اللبن

دودھ کے سلسلے میں جو کچھ وارد ہے اس کا بیان [مجمع الزوائد للهيثمي: ۵۵/۵]۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مذکورہ وضاحت کیوں کی؟

مذکورہ روایت کی بیچ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جو یہ وضاحت ہے کی کہ:

میں نے آج تک اسے نہیں پیا جب سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا۔

اس وضاحت میں جس چیز کے پینے کی بات ہو رہی ہے وہ خمر یعنی شراب ہی ہوسکتی ہے کیونکہ اسے ہی اللہ کے نبی ﷺ نے حرام قرار دیا ہے۔

اور ما شربته میں جو ضمیر ہے اس کا مرجع محذوف ہے اور وہ خمر ہے اہل عرب کبھی کبھی ضمیر کے مرجع کو حذف کردیتے ہیں، بلاغت کی اصطلاح میں اسے الإضمار في مقام الإظهار کہتے ہیں یعنی جس ضمیر کا مرجع معلوم ہو اس مرجع کو بعض مقاصد کے تحت حذف کردینا، اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہاں ضمیر کے مرجع خمر کو حذف کیا ہے، اور مقصد خمر کی قباحت وشناعت کا بیان ہے یعنی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خمر سے اتنی نفرت تھی کہ آپ نے اس کا نام تک نہیں لیا۔

اس سے معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور شراب سے ان کی نفرت

ظاہر ہوتی ہے۔

اورشراب سے نفرت کا اظہار کرکے معاویہ رضی اللہ عنہ نے دودھ کواپنا پسندیدہ مشروب قرار دیا،اس سے بھی معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔

بلکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ بھی وضاحت کہ قبل از اسلام بھی ان کے نزدیک دودھ ہی سب سے پسندیدہ مشروب تھا،اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے شراب کو ہاتھ نہیں لگایا، بلکہ اس کے بجائے وہ دودھ ہی نوش فرماتے تھے۔

یادرہے کہ معراج میں اللہ کے نبی ﷺ کو شراب اور دودھ پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے دودھ کو منتخب کیا، بخاری کے الفاظ ہیں:

ثُمَّ أُتِيتُ بِإِنَاءَيْنِ: فِي أَحَدِهِمَا لَبَنٌ وَفِي الآخَرِ خَمْرٌ، فَقَالَ: اشْرَبْ أَيَّهُمَا شِئْتَ، فَأَخَذْتُ اللَّبَنَ فَشَرِبْتُهُ، فَقِيلَ: أَخَذْتَ الفِطْرَةَ أَمَا إِنَّكَ لَوْ أَخَذْتَ الخَمْرَ غَوَتْ أُمَّتُكَ

پھر دو برتن میرے سامنے لائے گئے۔ایک میں دودھ تھا اور دوسرے میں شراب تھی۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ دونوں چیزوں میں سے آپ کا جو جی چاہے پیجئے میں نے دودھ کا پیالہ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اسے پی گیا۔مجھ سے کہا گیا کہ آپ نے فطرت کو اختیار کیا (دودھ آدمی کی پیدائشی غذا ہے) اگر اس کے بجائے آپ نے شراب پی ہوتی تو آپ کی امت گمراہ ہوجاتی[بخاری رقم ٣٣٩٤]۔

معلوم ہوا کہ دودھ کو پسند کرنے میں معاویہ رضی اللہ عنہ فطرت پر تھے یہ چیز بھی ان کے فضائل میں سے ہے، والحمدللہ۔

اب سوال یہ ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مذکورہ وضاحت کیوں کی؟؟؟

تو عرض ہے کہ مذکورہ روایت میں اس کا کوئی اشارہ موجود نہیں ہے اسی لئے ہم نے شروع میں کہا کہ یہ وضاحت محمود ہونے کے باوجود بے موقع ومحل ہے۔

منداحمد کے معلقین لکھتے ہیں:

وقوله: "ثم قال: ما شَرِبتُه منذ حرَّمَه رسولُ الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" أي: معاوية بن أبي سفيان، ولعله قال ذلك لِما رأى من الكراهة والإنكار في وجه بريدة، لظنِّه أنه شرابٌ مُحرَّم، والله أعلم.

معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ: میں نے آج تک اسے نہیں پیا جب سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا غالبا یہ بات معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس وقت کہی جب انہوں نے بریدہ رضی اللہ عنہ کے چہرے پر کراہت وناپسندیدگی کے آثار دیکھے بریدہ رضی اللہ عنہ کے اس گمان کی وجہ سے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں حرام مشروب دے دیا ہے، واللہ أعلم[مسند أحمد ط الرسالة:٣٨/٢٦]۔

عرض ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ وضاحت کی یہ توجیہ کرنا غلط ہے کیونکہ اول تو صحابہ کرام سے یہ توقع نہیں ہے کہ ایک دوسرے کے بارے میں اس طرح کی بدگمانی میں مبتلا ہوجائیں، نہ تو بریدہ رضی اللہ عنہ، ایک جلیل القدر صحابی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دسترخوان پر شراب کا شبہہ کرسکتے ہیں اور نہ ہی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس سوءظن میں مبتلا ہوسکتے ہیں کہ بریدہ رضی اللہ عنہ کی کسی ناپسندیدگی کی وجہ، معاویہ رضی اللہ عنہ سے متعلق ان کی بدگمانی ہے۔

لہٰذا منداحمد کے معلقین نے جو توجیہ پیش کی ہے وہ ہماری نظر میں بالکل درست نہیں۔

بلکہ ہمارا کہنا یہ ہے کہ ممکن ہے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف کچھ منافقین نے یہ افواہ اڑا رکھی ہو کہ وہ شراب پیتے تھے اس لئے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے مہمانوں کے سامنے وضاحت کرتے رہے ہوں، اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں حالات کیا تھے یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے دشمنان اسلام اور منافقین نے جو کچھ کیا وہ تاریخ میں محفوظ ہے اس لئے بعید نہیں سلف کے کردار کو مجروح کرنے کے لئے ان کے خلاف یہ پروپیگنڈا کیا گیا ہو جس طرح ان کے بیٹے یزید رحمہ اللہ کے بارے میں بھی ظالموں اور فاسقوں بلکہ کفار ومنافقین نے شراب خوری وغیرہ کی تہمتیں لگائی ہیں اور ان کے ہمنوا آج بھی ایسا کررہے ہیں۔

ہماری پیش کردہ یہ توجیہ بھی محض ایک قیاس وظن ہے، کوئی قطعی بات نہیں ہے۔

یادرہے کہ یہ ساری باتیں اس صورت میں کہی جائیں گی جب مذکورہ روایت کے ثبوت پر قرائن وشواہد مل جائیں ورنہ ہماری نظر میں یہ روایت منکر وضعیف ہے جیسا کہ شروع میں وضاحت کی گئی واللہ اعلم۔

کیا کسی صحابی سے نبی اکرم ﷺ کا خون پینا ثابت ہے؟

غلام مصطفٰے ظہیر امن پوری

کسی صحابی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون پینا باسندِ صحیح ثابت نہیں۔ جولوگ ایسا دعویٰ کرتے ہیں، ان کے دلائل پر مختصر اور جامع تبصرہ پیشِ خدمت ہے:

دلیل نمبر ۱:

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگِ احد کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر زخم آ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے والد مالک بن سنان رضی اللہ عنہ آئے۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک سے خون صاف کیا اور پھر اس خون کو نگل لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى مَنْ خَالَطَ دَمِي فَلْيَنْظُرْ إِلَى مَالِكِ بْنِ سِنَانٍ** . [المستدرك على الصحيحين للحاكم : ۵٦٣/٣، ۵٦٤، المعجم الكبير للطبراني : ٦/٣٤]۔

’’جو شخص پسند کرتا ہے کہ وہ اس شخص کو دیکھے جس کے خون کے ساتھ میرا خون مل چکا ہے تو وہ مالک بن سنان کو دیکھ لے۔‘‘

تبصرہ:

یہ روایت ’’ضعیف‘‘ ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

إِسْنَادُهُ مُظْلِم . [تلخيص المستدرك للذهبي: ٣/٥٦٤]۔

’’اس کی سند سخت اندھیری ہے۔‘‘

اس کی سند کا حال ملاحظہ فرمائیں:

۱: اس کا راوی موسیٰ بن محمد بن علی الجہنی ’’مجہول‘‘ ہے۔

امام ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ شیخ مدینی ہے، کسی نے اس کو ثقہ نہیں کہا۔

۲: ام سعد بنت مسعود بن حمزہ بن ابی سعید کی توثیق مطلوب ہے۔

۳: ام عبدالرحمٰن بنت ابی سعید کی توثیق وحالات نہیں ملے۔

دلیل نمبر ۲:

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے والد مالک بن سنان رضی اللہ عنہ غزوۂ احد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم مبارک کو چاٹنے اور چوسنے لگے، جس سے زخم کی جگہ چمکنے لگی۔ ان سے کہا گیا کہ کیا تم خون پی رہے ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون پی رہا ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خالطَ دَمِي بِدَمِهِ ، لا تمسّه النّار . [المعجم الاوسط للطبراني: ٩/٤٧، رقم الحديث : ٩٠٩٨]۔

’’اس کے خون کے ساتھ میرا خون مل گیا ہے۔ اس کو آگ کبھی نہیں چھوئے گی۔‘‘

تبصرہ:

اس روایت کی سند ’’ضعیف‘‘ ہے، کیونکہ:

۱: امام طبرانی کے استاذ مسعدۃ بن سعد العطار ابوالقاسم المکی کی کوئی توثیق نہیں مل سکی۔

۲: اس میں مصعب بن الاسقع راوی ’’مجہول‘‘ ہے۔

۳: العباس بن ابی شملہ راوی کو امام ابنِ حبان رحمہ اللہ، جو کہ متساہل ہیں، نے اپنی کتاب ’’ الثقات ‘‘ میں ذکر کیا ہے۔ امام ابوحاتم الرازی رحمہ اللہ نے اسے ’’ضعیف‘‘ کہا ہے۔

[الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم:۔۲۲۸/۷]
لہٰذا یہ راوی ''ضعیف'' ہے۔

دلیل نمبر ۳:

عامر بن عبداللہ بن زبیر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سینگی لگوائی۔ مجھے حکم دیا کہ میں اس خون کو ایسی جگہ چھپا دوں جہاں سے درندے، کتے (وغیرہ) یا کوئی انسان نہ پا سکے۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دُور چلا گیا اور دُور جا کر اس خون کو پی لیا۔ پھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: آپ نے خون کا کیا کیا؟ میں نے عرض کی: میں نے ویسے ہی کیا ہے جیسے آپ نے حکم دیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے خیال میں آپ نے اسے پی لیا ہے۔ میں نے عرض کیا: جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب آپ سے میرا کوئی امتی بغض و کینہ سے نہیں ملے گا۔[السنن الکبریٰ للبیہقی :۔۶۷/۷، وصححہ المقدسی: ۳۰۸/۹]۔

تبصرہ:

اس روایت کی سند ''ضعیف'' ہے۔ اس کا راوی الھنید بن قاسم بن عبدالرحمٰن ''مجہول'' ہے۔ متقدمین ائمہ محدثین میں سے کسی نے اس کی توثیق نہیں کی۔ لہٰذا حافظ ہیثمی رحمہ اللہ[مجمع الزوائد :۔۷۲/۸]۔ کا اس کو ثقہ قرار دینا اور حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ[التلخیص الحبیر:۔۳۰/۱]۔ کا ''ولا بأس به'' کہنا صحیح نہیں۔

ایک اور روایت:

ایک روایت میں ہے: **لَعَلَّکَ شَرِبتَهُ ؟ قَالَ : نَعَمْ ، قَالَ : وَلَمْ شَرِبتَ الدم ؟ وَیلُ لِلنَّاسِ منک ، ووَیلُ لَّکَ مِن النَّاسِ .**

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شاید آپ نے پی لیا ہے۔ صحابی نے عرض کیا: جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ نے خون کیوں پیا؟ نیز فرمایا: لوگ آپ سے محفوظ ہو گئے اور آپ لوگوں سے محفوظ رہیں گے۔''

اس کی سند میں وہی الھنید بن قاسم راوی ''مجہول'' ہے۔

ایک روایت میں ہے: **لا تمسّک النار إلا قسم الیمین .**
[حلیۃ الاولیاء لابی نعیم الاصبھانی :۔۳۳۰/۱، جزء الغطریف :۔ ۶۵، تاریخ دمشق لابن عساکر :۔ ۲۳۳/۲۰، ۱۶۲/۲۸، ۱۶۳، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ لابن حجر :۔۹۳/٤]۔

''آپ کو آگ صرف قسم پوری کرنے کے لیے چھوئے گی۔''

تبصرہ:

اس کی سند سخت ترین ''ضعیف'' ہے۔ اس کے راوی سعد ابو عاصم مولیٰ سلیمان بن علی اور کیسان مولیٰ عبداللہ بن الزبیر کی توثیق نہیں مل سکی، لہٰذا یہ سند مردود و باطل ہے۔

ایک اور روایت:

اسماء بنت ابی بکر کی روایت میں ہے: **لا تَمَسّک النَّار ، وَمَسَحَ عَلٰی رَأسِه .** [سنن الدارقطنی:۔۲۲۸/۱]۔

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ آپ کو آگ ہرگز نہ چھوئے گی۔''

تبصرہ:

اس کی سند سخت ''ضعیف'' ہے، کیونکہ:

۱: اس کا راوی محمد بن حمید الرازی ''ضعیف'' ہے۔ [تقریب التھذیب :۔۵۸۳٤]۔

۲: اس کا راوی علی بن مجاہد بھی ''ضعیف'' ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اسے کذاب قرار دیا ہے۔[المغنی فی الضعفاء:۔۹۰۵/۲]۔

حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **مَتُرُوکٌ ، وَلَیسَ فِی شُیُوخ أحمد أضعف منه .**[تقریب التھذیب:۔٤۷۹۰]۔

''یہ متروک راوی ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ کے اساتذہ میں اس سے بڑھ کر ضعیف کوئی نہ تھا۔''

نیز حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے اسے ''ضعیف'' بھی کہا ہے۔

[التلخیص الحبیر:۔ ۳۱/۱]۔

علی بن مجاہد کے بارے میں امام یحییٰ بن ضُریس کہتے ہیں کہ یہ پرلے درجے کا جھوٹا راوی ہے۔ [الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم :۔ ۲۰۵/۶، وسندہ، حسنٌ]۔

ابوغسان محمد بن عمرو کہتے ہیں: **تَرَكتُه ، وَلَم يَرْضه .**

[الضعفاء للعقیلی :۔ ۲۵۲/۳، وسندہ، صحیحٌ]۔

''میں نے اسے چھوڑ دیا۔ وہ اس سے راضی نہیں تھے۔''

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

كَتَبْنَا عَنْهُ ، مَا أرىٰ بِه بَأساً . [سوالات ابی داؤد لاحمد :۔ ۵۶۳]۔

''ہم نے اس سے لکھا ہے، میں اس میں کوئی حرج خیال نہیں کرتا۔''

امام ابنِ حبان رحمہ اللہ نے اسے ''الثقات'' میں ذکر کیا ہے۔

یہ دونوں قول مرجوح ہیں۔ امام ابنِ حبان ویسے ہی متساہل ہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا قول جمہور کے مقابلے میں مرجوح ہے، جیسا کہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ اور حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ کی جرح سے معلوم ہوا ہے۔

جریر بن عبدالحمید کہتے ہیں کہ وہ میرے نزدیک ثقہ ہے۔ [سنن الترمذی :۔ ۵۹]۔

لیکن اس قول کی سند میں محمد بن حمید الرازی ''ضعیف'' ہے، لہٰذا یہ قول ثابت نہیں۔

۳: اس کے تیسرے راوی رباح النوبی کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: **لَيَّنَهُ بَعضُهُم ، وَلا يُدرىٰ مَن هُو .** [میزان الاعتدال للذہبی :۔ ۳۸/۲]۔

''اسے بعض محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے، نہ معلوم یہ کون ہے؟''

دلیل نمبر ۴:

سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سینگی لگوائی اور مجھے حکم دیا کہ یہ خون لے جاؤ اور اسے ایسی جگہ دفن کر دو جہاں پرندے، چوپائے اور انسان نہ پہنچ سکیں۔ کہتے ہیں کہ میں ایک جگہ چھپ گیا اور اسے پی لیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پوچھا یا آپ کو بتایا گیا کہ میں نے اسے پی لیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے۔ [التاريخ الكبير للبخاري:۔ ۲۰۹/۴، ترجمة:۔ ۲۵۲۴، السنن الكبرىٰ للبيهقي:۔ ۶۷/۷، شعب الايمان للبيهقي:۔ ۲۳۳/۵، ح :۔ ۶۴۸۹، المعجم الكبير للطبراني:۔ ۸۱/۷، ح:۔ ۶۴۳۴، التاريخ الكبير لابن ابي خيثمة:۔ ۳۰۸۸]▪

تبصرہ:

اس کی سند ''ضعیف'' ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فی إسنادہ نظر . ''اس کی سند محل نظر ہے۔''

اس کی سند میں بریہ بن عمر بن سفینہ راوی جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔ امام عقیلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: **لا يُتَابَعُ عَلىٰ حَدِيثِه .**

[الضعفاء للعقيلي :۔ ۱۶۷/۱]۔

''اس کی حدیث پر متابعت نہیں کی گئی۔''

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کو ''لیّن'' کہا ہے۔ [الكاشف للذهبي :۔ ۹۹/۱]۔

امام ابنِ حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **يُخَالِفُ الثِّقَاتِ فِي الرِّوَايَاتِ ، فَلا يَحِلُّ الِاحتِجَاج بِخَبْرِهِ بِحَال .** [المجروحين لابن حبان :۔ ۱۱۱/۱]۔

''یہ روایات میں ثقہ راویوں کی مخالفت کرتا ہے۔ کسی حال میں بھی اس کی روایت سے حجت لینا حلال نہیں۔''

نیز ''الثقات'' میں لکھتے ہیں: **كَانَ مِمَّنْ يُخطِيءُ وَيخَالِفُ .**

'' یہ ان راویوں میں سے ہے جو خطا کھاتے اور ثقہ راویوں کی مخالفت کرتے ہیں۔''

امام ابنِ عدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: **لا يتَابِعهُ عَلَيهَا الثِّقَات ، وَأرجُو أنَّهُ لا بَأسَ بِه .** [الكامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی:۔ ۶۴/۲]۔

''اس کی روایات پر ثقہ راوی متابعت نہیں کرتے۔ میں امید کرتا ہوں کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔''

یہ قول جمہور کے مخالف ہے، نیز یہ واضح توثیق بھی نہیں۔ اس راوی کی دوسری روایات پر بھی محدثین کرام نے جرح کر رکھی ہے، لہٰذا یہ ''ضعیف'' راوی ہے۔

دلیل نمبر ۵:

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک قریشی لڑکے نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سینگی لگائی۔ جب وہ اس سے فارغ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون لے کر دیوار کے پیچھے چلا گیا۔ پھر اس نے اپنے دائیں بائیں دیکھا۔ جب اسے کوئی نظر نہ آیا تو اس نے وہ خون پی لیا۔ جب واپس لوٹا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے چہرے کی طرف دیکھ کر پوچھا: اللہ کے بندے! آپ نے اس خون کا کیا کیا؟ اس نے عرض کیا: میں نے دیوار کے پیچھے اسے چھپا دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: کہاں چھپایا ہے؟ اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے زمین پر آپ کا خون گرانا مناسب نہیں سمجھا تو وہ میرے پیٹ میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاؤ تم نے خود کو جہنم سے بچالیا۔

[المجروحین من المحدثین لابن حبان :۔۵۹/۳، التلخیص الحبیر لابن حجر :۔۱۱۱/۱]۔

تبصرہ:

یہ جھوٹ کا پلندا ہے۔ امام ابنِ حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" اس کے راوی نافع السلمی ابو ہرمز بصری نے امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کی طرف منسوب ایک جھوٹا نسخہ روایت کیا تھا۔" پھر انہوں نے اس سے یہ حدیث ذکر کی۔

اس راوی کے متعلق امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لیس بثقة ، كذّاب . [الکامل لابن عدی :۔۴۹/۷، وسندہ، حسنٌ]۔

"یہ ثقہ نہیں۔ پرلے درجے کا جھوٹا ہے۔"

یہ بالاتفاق ضعیف اور متروک راوی ہے۔ اس کے بارے میں ادنیٰ کلمہ توثیق بھی ثابت نہیں ہے۔

دلیل نمبر ۶:

سالم ابو ہند الحجام کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سینگی لگائی اور سینگی سے بہنے والا خون پی لیا اور عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں نے یہ خون پی لیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَيحَكَ يَا سَالِمُ! أمَا عَلِمتَ أنّ الدَّمَ حَرَامٌ ، لا تعُد . [معرفة الصحابة للاصبهانی:۔۳۰۴۴]۔

"اے سالم! آپ ہلاک ہو جائیں۔ کیا آپ کو علم نہیں کہ خون حرام ہے؟ آئندہ ایسا مت کیجئے گا۔"

تبصرہ:

اس روایت کی سند "ضعیف" ہے۔ ابو الجحاف داؤد بن ابی عوف راوی کا سالم رضی اللہ عنہ سے سماع ولقاء ثابت نہیں۔ حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے اس کو طبقہ سادسہ (چھٹے طبقہ) میں ذکر کیا ہے۔ اس طبقہ کے راوی کا کسی صحابی سے ملنا ممکن نہیں۔ اس میں ایک اور علت بھی ہے، لہٰذا یہ روایت اصولِ محدثین کے مطابق سخت "منقطع" اور "ضعیف" ہے۔

الحاصل :

کسی صحابی سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خون پینا ثابت نہیں۔

نوٹ:

مضمون "اہل سنت والجماعت کا منہج اختلاف" (تحریر: شیخ عدنان عرعور، ترجمہ: محترم سرفراز فیضی) کی دوسری قسط اگلے شمارہ میں شائع ہوگی۔

رکوع کے بعد ھاتھ چھوڑ کر کھڑے ھونا

کفایت اللہ سنابلی

امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی ۲۵۶) نے کہا:

حَـدَّثَـنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَـدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَـنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلاَبَةَ، قَالَ: كَـانَ مَالِكُ بْنُ الحُوَيْرِثِ يُـرِينَا كَيْفَ كَانَ صَلاَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَذَاكَ فِي غَيْرِ وَقْتِ صَلاَةٍ، فَـقَـامَ فَـأَمْـكَنَ القِيَامَ، ثُمَّ رَكَعَ فَأَمْكَنَ الرُّكُوعَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَانْصَبَّ هُنَيَّةً،

ابوقلابہ فرماتے ہیں کہ سیدنا مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ نماز کے اوقات کے علاوہ ہمیں دکھاتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کیسی تھی ، تو وہ کھڑے ہوئے اچھی طرح قیام کیا پھر رکوع کیا تو اچھی طرح رکوع کیا پھر اپنے سر کو اٹھایا تو تھوڑی دیر کے لیے جسم کو ڈھیلا چھوڑ کر سیدھے کھڑے ہوگئے۔[صحیح بخاری: ۱/۱۵۹ رقم ۸۰۲]۔

محترم رفیق طاہر حفظہ اللہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" اس حدیث میں ایک تو خاص موقعہ ذکر ہوا ہے اور وہ رکوع کے بعد کا ہے ،اور دوسرا اس دوران ایک خاص عمل ذکر ہوا ہے اور وہ ہے " انصباب" ۔ انصباب عربی زبان میں کسی بھی چیز کے بہاؤ پر بولا جاتا ہے۔اللہ نے سورۃ عبس میں آسمان سے نازل ہونے والے پانی یعنی بارش کے لیے لفظ "صب" استعمال کیا ہے اسی طرح غسل والی احادیث میں سر پر پانی بہانے کے لیے بھی لفظ " صب" استعمال کیا گیا ہے جس کا معنی ہے پانی کو بہانا ,اسی مصدر "ص ب ب" کا باب انفعال انصباب ہے جو کہ اسے متعدی سے لازم بنا دیتا ہے تو انصباب کا معنی ہوگا خود بہہ جانا۔

یعنی اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نماز بیان کرتے ہوئے مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ رکوع کے بعد انصباب کرکے دکھا رہے ہیں اور یہ اسی صورت ممکن ہے جب ہاتھوں کو ڈھیلا چھوڑ دیا جائے باندھا نہ جائے۔صرف ہاتھوں کو ہی نہیں بلکہ سارے جسم کو ڈھیلا چھوڑا جائے قیام کی حالت میں تو انصباب پر عمل ہوگا۔

اس حدیث میں رکوع کے بعد ہاتھ چھوڑنے پر واضح اشارہ موجود ہے۔

لہذا یہ حدیث اس مسئلہ میں فیصلہ کن "حکم" کی حیثیت رکھتی ہے جس میں تأویل کی گنجائش نہیں ہے" [دین خالص ویب سائٹ]۔

ہم کہتے ہیں کہ بعض نسخوں میں "فأنصب" (ہمزہ کے ساتھ) ہے اس کا معنی ہوتا ہے"عادت أعضاؤه من الانحناء إلى القيام"، یعنی اعضاء کا مڑی ہوئی حالت سے سیدھی حالت میں آجانا۔

اس لفظ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ رکوع کے بعد ہاتھ چھوڑ دیا جائے کیونکہ ایسا کرنے سے ہی سارے مڑے ہوئے اعضاء سیدھی حالت میں آئیں گے۔مثلا رکوع سے اٹھنے کے بعد رفع الیدین کرتے قت ہاتھ کو موڑنا پڑتا ہے اب اس کے بعد "فأنصب" پر عمل کریں یعنی ہاتھ کو مڑی ہوئی حالت سے سیدھی حالت میں لائیں تو اسے چھوڑنا پڑے گا، یعنی نیچے لٹکانا پڑے گا۔

اس کے برعکس اگر رکوع کے بعد ہاتھ باندھا جائے تو ہاتھ مڑی ہوئی حالت سے سیدھی حالت میں نہیں آسکتا جس سے اس حدیث کی مخالفت ہوگی۔

تنبیہ:

یادرہے کہ رکوع کے بعد ہاتھ چھوڑنے والوں کو دلیل دینے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ کوئی عمل نہیں ہے بلکہ ہاتھ کو اپنے اصلی حالت پر چھوڑ دینا ہے لہٰذا جب کوئی شخص کسی عمل کو کرے ہی نہ تو اسے دلیل دینے کی ضرورت ہی نہیں۔

رہی بات یہ کہ پھر اس موقع پر نمازی کوئی جسمانی عمل کیوں نہیں کر رہا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ نماز میں اصلا ساری چیزیں حرام ہیں، تکبیر تحریمہ کا یہی مطلب ہے کہ اس تکبیر نے ساری چیزوں کو حرام کر دیا ہے، صرف وہی چیز کر سکتے ہیں جس کا ثبوت ہو۔

لہٰذا جہاں کسی جسمانی عمل کا ثبوت نہ ہو وہاں اصلی حالت میں رہیں گے۔

☆ یادرہے کہ رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے سے متعلق ذخیرہ احادیث میں ایک بھی حدیث نہیں اور نہ ہی سلف میں کسی نے اسے مشروع کہا ہے اسی لئے علامہ البانی رحمہ اللہ نے صفۃ الصلاۃ میں سختی کے ساتھ اس کی تردید کی ہے۔

☆ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حدیث میں آیا ہے کہ رکوع کے بعد اسی طرح ہو جاؤ جس طرح رکوع سے پہلے تھے۔

عرض ہے کہ اس طرح کی بات کسی صحیح حدیث تو در کنار کسی موضوع اور من گھڑت حدیث میں بھی نہیں بلکہ یہ محض ایک گپ ہے۔

اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ حدیث میں آتا ہے کہ رکوع کے بعد اس طرح ہو جاؤ کہ تمام ہڈیاں واپس اسی جگہ پر آ جائیں جہاں رکوع سے قبل تھیں۔

عرض ہے کہ اس طرح کی بات بھی دنیا کی کسی بھی حدیث میں موجود نہیں نہ صحیح میں نہ ضعیف میں۔

البتہ صحیح بخاری میں یہ الفاظ ہیں:

فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ اسْتَوَى حَتَّى يَعُودَ كُلُّ فَقَارٍ مَكَانَهُ

یعنی آپ ﷺ رکوع سے سر اٹھاتے تو اس طرح سیدھے ہو جاتے کہ ہر ہڈی اپنی جگہ واپس آ جاتی۔[بخاری رقم 828]۔

اس حدیث میں ''اپنی جگہ'' سے مراد ''ہڈیوں کا جوڑ'' ہے جیسا کہ اس کی تشریح خود دوسری حدیث میں موجود ہے جو یہ ہے:

فَإِذَا رَفَعْتَ رَأْسَكَ فَأَقِمْ صُلْبَكَ حَتَّى تَرْجِعَ الْعِظَامُ إِلَى مَفَاصِلِهَا

یعنی آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم رکوع سے اٹھو تو اپنی پیٹھ اس طرح سیدھی کرو کہ **ہڈیاں اپنے جوڑوں کی طرف لوٹ جائیں**۔[مسند احمد رقم 18995]۔

اس قولی حدیث سے درج بالا فعلی حدیث کا مفہوم بالکل واضح ہو گیا کہ ہڈیاں ''اپنی جگہ'' پر لوٹنے سے مراد یہ ہے کہ ہڈیاں ''اپنے جوڑوں پر'' لوٹ جائیں۔

حدیث کا یہ مفہوم واضح ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ حدیث رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے کی نہیں بلکہ رکوع کے بعد ہاتھ چھوڑنے کی دلیل ہے کیونکہ رکوع کے بعد ہاتھ باندھیں گے تو ہاتھ کی ہڈیاں اپنے جوڑوں پر واپس نہیں آ سکیں گی بلکہ اپنے جوڑوں سے الگ رہیں گی۔ لیکن اگر رکوع کے بعد ہاتھ چھوڑ دیں تو ہاتھ کی ہڈیاں اپنے جوڑوں پر واپس آ جائیں گی۔

☆ بعض لوگ کچھ مختصر احادیث میں قیام میں ہاتھ باندھنے والے ٹکڑے سے استدلال کرتے ہیں حالانکہ یہ احادیث دوسری جگہ جہاں مفصل مذکور ہیں وہاں یہ وضاحت آ گئی ہے کہ اس قیام سے مراد رکوع سے قبل والا قیام ہے۔

☆ بعض لوگ بخاری وغیرہ میں مطلق ہاتھ باندھنے والی حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ حالانکہ دیگر احادیث میں اس اطلاق کی تقیید آ گئی ہے اور اصول فقہ کی رو سے مطلق کو مقید پر محمول کرنا ضروری ہے۔

☆ بعض لوگ مسند احمد کی ایک ضعیف حدیث پیش کرتے ہیں حالانکہ یہ حدیث ضعیف ہونے کے ساتھ ساتھ رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے پر دلالت بھی نہیں کرتی۔

چونکہ ہمارا موضوع دوسرے موقف کے دلائل کا تجزیہ نہیں ہے اس لئے ہم محض انہیں اشارات پر اکتفاء کرتے ہیں اور ان شاء اللہ کبھی فرصت میں تفصیل بھی پیش کر دی جائے گی۔

مسجد میں دوسری جماعت کا حکم(۱)

اعداد وترتیب: محمد طاہر حکیم (استاذ جامعہ اسلامیہ عالمیہ، اسلام آباد)
ترجمہ وتلخیص: محمد جاوید عبدالعزیز رحمانی مدنی۔

اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک رکن نماز ہے۔ جو دین کا اہم ستون ہے، دین اسی کے ذریعہ قائم رہتا ہے۔ نماز اور دیگر ارکان کو پورا کرکے ہی ایک آدمی مسلمانوں کی جماعت میں داخل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی فرضیت اپنی کتاب میں اس طرح بیان کی ہے "نماز قائم کرو اور زکاۃ ادا کرو" (سورہ بقرہ:۴۳)۔ اللہ کے نبی ﷺ نے بھی اس کی فرضیت کو واضح کیا اور اس کے مقام کو بیان کیا جیسا کہ معاذ رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث میں ہے۔ جب اللہ کے رسول ﷺ نے انھیں یمن کی طرف بھیجا تو کہا "تم اہل کتاب کی ایک قوم کے پاس جارہے ہو سب سے پہلے انھیں اس بات کی گواہی کی طرف بلانا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں اگر وہ لوگ اس میں تمہاری اطاعت کرنے لگیں تو انھیں خبر دینا کہ اللہ نے ان پر ہر دن اور رات میں پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں۔" (الحدیث)۔ (بخاری:۳/ ۲۶۱، مسلم:۱/۱۹۶، ابوداؤد:۲/۲۴۲، ۲۴۳، ترمذی:۳/۲۵۹، ابن ماجہ:۱/۵۶۸، وغیرہم)

شریعت نے اللہ کی عبادت اور آپس میں ایک دوسرے سے متعارف ہونے، محبت بڑھانے، مسلمانوں کے آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرنے اور محبت اور رحمت کی جڑ کو اتنا مضبوط کرنے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو اپنا بھائی سمجھے اور ہر غم والم میں اس کا ساتھ دینے لگے ان تمام مقاصد کی خاطر لوگوں کو نماز باجماعت ادا کرنے کے لئے ابھارا ہے۔ اسی بنیاد پر لوگوں کے اندر اس کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے اس نے نماز باجماعت کا ثواب دگنا کیا اور رحمت کو عام کردیا ہے۔

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نماز باجماعت مؤکدہ عبادات اور اسلام کے اہم شعائر میں سے ہے۔

اہل علم نے نماز باجماعت کے حکم کے بارے میں اختلاف کیا ہے، حنفیہ اور مالکیہ کا کہنا ہے عاقل، قادر کے لئے جمعہ کی نماز کے علاوہ فرض نمازوں کے لئے جماعت بنانا سنت موکدہ ہے، (شافعیہ کے صحیح قول کی بنیاد پر فرض کفایہ ہے۔ حنابلہ کا کہنا ہے کہ فرض عین ہے لیکن نماز کی صحت کے لئے شرط نہیں۔ مزید ائمہ اور فقہاء کے اقوال کے لئے۔ (دیکھئے ....تبیین الحقائق ۱/۱۳۲، ملتقی الابحر ۱/ ۱۹۳، المنتقی ۱/۲۸۸، شرح الصغیر ۱/۴۲۸، مغنی المحتاج ۱/۲۲۹، کشاف القناع:۱/۵۳۲)

اللہ کے نبی ﷺ نے اس کی فضیلت کو واضح کیا اور لوگوں کو اس میں حاضر ہونے کے لئے ابھارا ہے، اور کہا: جماعت سے پڑھی گئی نماز تنہا پڑھی گئی نماز سے ستائیس ۲۷ درجہ بہتر ہے۔ اور ایک روایت میں ہے "پچیس گنا بہتر ہے"۔ (بخاری:۲/۱۳۱، مسلم:۵/۱۲۵) اور اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا "تاریکی میں مسجد کی طرف چلنے والوں کو قیامت کے روز روشنی کی خوشخبری دے دو"۔ (ابو داؤد ۱/۳۷۹، ترمذی ۱/۲۲۳، ابن ماجہ ۱/۲۷۵)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا "جس کی خواہش ہو کہ قیامت کے روز اللہ سے اسلام کی حالت میں ملے تو وہ ان نمازوں کی حفاظت کرے جب بھی ان نمازوں کے لئے بلایا جائے، اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی ﷺ کے لئے ہدایت کا راستہ ظاہر کیا اور یہ ہدایت کی راہوں میں سے ہے۔ اگر تم اپنے گھروں میں نماز ادا کرو جیسا کہ یہ اختلاف کرنے والے اپنے گھروں میں پڑھتے ہیں تو گویا کہ تم نے اپنے نبی کی سنت کو چھوڑ دیا۔ اور اگر تم اپنے نبی کی سنت چھوڑ دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے..اور میں نے دیکھا ہے کہ اس سے وہی منافق پیچھے رہتا ہے جس کا نفاق ظاہر ہے...." (مسلم:۱/۶۵۴)

جب نماز باجماعت کی اتنی فضیلت اور اہمیت ہے تو دوبارہ جماعت

بنا کر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہوگا؟ یعنی جب متعین امام نماز پڑھا چکے اور کچھ لوگ بعد میں حاضر ہوں تو کیا ان کے لئے جائز ہے کہ وہ مسجد میں متعین امام کے نماز ادا کرنے کے بعد دوسری جماعت قائم کریں یا ان کو اس کا حق نہیں؟

تنبیہ :

اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ مسجد میں متعین امام کے نماز پڑھانے کے بعد لوگوں کے بار بار جماعت بنانے کی وجہ سے نماز با جماعت کی اہمیت ان پر چھپی رہ جاتی ہے۔ جس بناء پر لوگوں میں مختلف شبہات پیدا ہوتے ہیں اور امت مسلمہ کی وحدت اور یکتائیت پر اس سے برے اثرات چھوٹتے ہیں۔ بعض افراد جان بوجھ کر لاپرواہی کرتے اور نماز کے اوقات کی حفاظت نہیں کرتے کیونکہ ان کے پاس یہ گمان باقی رہتا ہے کہ دوسری اور تیسری جماعت بھی قائم کی جاسکتی ہے..؟ اور بعض لوگ اپنی بدعت اور گمراہی کے اظہار سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ ان کی نماز متعین امام کی نماز سے افضل ہے۔ اور کبھی کبھار تو لوگ دوسری جماعت کو علماء اور جماعت میں اختلاف اور مسلمانوں کی یکتائیت میں پھوٹ اور ان کو بکھیرنے کا سبب بنا دیتے ہیں۔

تو وہیں بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو کسی عذر کی بناء پر پیچھے رہ جاتے ہیں اور وہ جماعت سے نماز ادا کرنا چاہتے ہیں تا کہ انھیں وہی ثواب ملے جو کہ پہلی جماعت میں ملنا تھا۔ ان احتمالات اور حالات کو سامنے رکھتے ہوئے ضروری ہے کہ ہم اس مسئلہ میں وحی (وحی متلو و غیر متلو- قرآن اور حدیث) اور شرعی مصلحت کی نظر میں اس مسئلہ کو جانیں۔

مسجد میں تکرار جماعت کا حکم

تکرار کی حالتیں اور ان کا حکم

پہلی حالت:

تمام لوگوں کا اتفاق ہے کہ جب مسجد میں نماز پڑھنے والے خاص لوگ نہ ہوں، مثلاً مسجد کسی عام راستہ پر ہو۔ اور لوگ اس میں ہمہ وقت جماعت سے نماز پڑھتے ہوں تو ایسی مسجد میں بار بار جماعت بنانے میں کوئی کراہت نہیں، بلکہ افضل ہے کہ ہر کوئی اذان اور اقامت کے ساتھ نماز با جماعت قائم کرے (الاصل : امام محمد بن حسن ۱/۱۳۴، الام : امام شافعی ۱/۲۷۸، استذکار: ۴/۱۶۳ ابن عبدالبر، المجموع: امام نووی: ۴/۲۲۱، الفروع: ابن مفلح حنبلی ۱/۵۸۳) کیونکہ اس مسجد کے لوگ معین نہیں، اور اس مسجد میں ایک کے بعد ایک جماعت بنانے سے نمازیوں میں کمی نہیں آئے گی۔

دوسری حالت:

اسی طرح ایسی مسجد میں ایک کے بعد دوسری جماعت بنانے پر بھی کوئی کراہت نہیں جہاں کوئی موذن یا امام متعین نہ ہو۔ (الشرح الصغیر : دردیر: ۱/۴۳۲، ۴۴۲، بدائع الصنائع: کاسانی ۱/۴۱۸)

تیسری حالت:

اسی طرح اکثر فقہاء کے نزدیک ایسی مسجد میں دوسری جماعت بنانے پر بھی کوئی کراہت نہیں جہاں پہلے کسی ایسی جماعت نے نماز پڑھ لی ہو جو وہاں کی مقیم نہ ہو، پھر اس کے بعد اگر وہاں کا متعین امام آئے تو وہ نماز با جماعت ادا کرا سکتا ہے۔

حنفیہ نے ذکر کیا ہے کہ ''جب مسجد محلّہ کی ہی ہو اور اس میں ایسی قوم اذان اور اقامت کے ساتھ نماز ادا کرلے جو وہاں کی مقیم نہ ہو، تو وہاں کے رہنے والوں کے لئے مکروہ نہیں کہ وہ نماز اذان اور اقامت کے ساتھ ادا کریں۔ اور اگر وہاں کے تمام مقیم حضرات یا وہاں کے بعض لوگوں نے اذان اور اقامت کے ساتھ نماز ادا کرلی ہو تو غیر مقیم افراد یا جو بقیہ مقیم باقی رہ گئے ہیں ان کے لئے مکروہ ہے کہ وہ نماز با جماعت ادا کریں۔ (بدائع الصنائع: ۱/۴۱۸-، ۴۱۹، حاشیہ ابن العابدین ۱/۵۵۳)

مالکیہ کے نزدیک (جیسا کہ ابن عبد البر نے کہا ہے) اگر کوئی جماعت آئے اور نماز با جماعت ادا کرلے پھر وہاں کا متعین امام جماعت کے ساتھ آئے تو وہ ان کو نماز با جماعت ادا کرا سکتا ہے۔ (الکافی: الفقہ المدینہ المالکی ۱/۲۲۰، التفریع: ابن الجلاب البصری المالکی ۱/۲۶۳) حنابلہ کا بھی یہی قول ہے۔ (الروض المربع ۲/۲۷۱)

اس لئے کہ جب مسجد میں کوئی غیر مقیم شخص نماز پڑھ لے تو اس کا یہ عمل نمازیوں میں کمی کا سبب نہیں ہوگا، کیونکہ محلّہ والے معروف موذن کی اذان کا انتظار کرتے ہیں اور اسی کی اذان سن کر آتے ہیں۔ اس وجہ سے مسجد کا حق اس کے بعد بھی پورا نہیں ہوگا کیونکہ مسجد کے حق کی ادائیگی محلّہ والوں پر ہے۔ (بدائع الصنائع: ۴۱۸)

چوتھی حالت:

جب مسجد کا متعین امام نماز پڑھادے، اور ایک آدمی یا کئی آدمیوں کی نماز فوت ہوجائے۔تو کیا جماعت ہوجانے کے بعد وہ کسی غیر متعین شخص کو امام بنا کر نماز ادا کرسکتے ہیں؟

اس مسئلہ میں فقہاء کے اقوال:

پہلا قول :وہ لوگ تنہا نماز ادا کریں گے جماعت نہیں بنائیں گے۔یہ قول حسن، ابوقلابہ، قاسم بن محمد اور ابراہیم نخعی کا ہے۔

مصنف عبد الرزاق (۲/۲۹۳) میں حسن بصریؒ کا قول ہے ''یصلون فرادی'' کہ وہ تنہا نماز پڑھیں گے اور انہی کا ایک دوسرا قول ہے کہ ''یصلون وحدانا'' وہ تنہا تنہا نماز ادا کریں گے۔اور اس قول کو امام ثوری نے بھی لیا ہے۔اور عبدالرزاق کہتے ہیں ہم بھی اسی کو لیتے ہیں۔

ابن ابی شیبہ (۲/۲۲۱) نے ابوقلابہ کا قول ذکر کیا ہے کہ ''یصلون فرادی'' اور وکیع افلح سے روایت کرتے ہیں کہ ہم قاسم کے ساتھ مسجد میں داخل ہوئے جس میں نماز پڑھی جاچکی تھی تو قاسم نے تنہا نماز ادا کی ۔(مصنف ابن ابی شیبہ۲/۲۲۲)

اور مصنف عبدالرزاق میں حسن بن عمرو سے روایت کیا گیا ہے کہ ''ابراہیم نے ناپسند کیا کہ وہ ان کی امامت ایسی مسجد میں کرائیں جہاں نماز ہوچکی تھی۔

اور یہی قول ابن مبارک ،سالم ،لیث بن سعد ،اوزاعی اور ایک جماعت کا ہے(سنن ترمذی ۲/۹،عمدۃ القاری :۵/۱۶۵) اور ائمہ میں سے ابوحنیفہ،شافعی اور مالک کا ہے۔

کتاب الاصل (۱/۱۳۴) میں ہے۔''آپ کی کیا رائے ہے ان لوگوں کے تعلق سے جن کی نماز جماعت سے چھوٹ گئی اور وہ مسجد میں داخل ہوئے حالانکہ مسجد میں اقامت بھی کہی جاچکی ہے اور جماعت بھی ہوچکی ہے اور لوگ چاہتے ہیں کہ وہ اس میں جماعت سے نماز ادا کریں ۔۔۔تو انہوں نے جواب دیا: نہیں وہ تنہا نماز ادا کریں گے۔اور یہ ہمارے مذہب کا ظاہری طریقہ ہے۔(بدائع الصنائع ۱/۴۱۸)

اور موطا (۱/۱۴۸ مع الزرقانی) میں ہے''امام مالک سے سوال کیا گیا کہ ایک موذن نے نماز باجماعت کے لئے اذان دی پھر اس نے لوگوں کا انتظار کیا لیکن کوئی نہیں آیا پس اس نے اقامت کہی اور اکیلے ہی نماز پڑھ لی، پھر اس کے نماز سے فارغ ہونے کے بعد لوگ آئے تو کیا وہ ان کے ساتھ نماز لوٹائے گا؟ انہوں نے جواب دیا : وہ نماز نہیں لوٹائے گا۔اور جو اس کے نماز کے ادا کرنے کے بعد آئیں گے وہ تنہا نماز ادا کریں گے۔

اور مالکیہ کے نزدیک مکروہ ہے کہ ایسی مسجد میں جماعت لوٹائی جائے جہاں کوئی امام متعین ہو،اسی طرح یہ بھی مکروہ ہے کہ متعین امام کے پہلے ہی جماعت قائم کرلی جائے۔اور متعین امام کی جماعت کے ساتھ کسی دوسری جماعت کا قائم کرنا حرام ہے۔ان کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ ''جب متعین امام کی جماعت قائم کی جائے تو کسی دوسری نماز کا قائم کرنا درست نہیں ۔فرض نہ ہی نفل، نہ ہی جماعت کے ساتھ اور نہ ہی تنہا۔اور جو متعین امام کے ساتھ جماعت سے نماز ادا کرلے تو اس کا مسجد سے نکلنا واجب ہے تاکہ اس کا یہ عمل امام میں کسی طرح کے طعن کی طرف نہ لے جائے۔اور جب لوگ مسجد میں داخل ہوں اور متعین امام نماز پڑھ چکا ہو تو ان کے لئے بہتر ہے کہ وہ نکل جائیں تاکہ مسجد کے باہر جماعت سے نماز ادا کرسکیں سوائے تین مسجدوں کے: مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کے۔(اگر وہ اس میں داخل ہوجاتے ہیں تو) وہ اس میں تنہا نماز ادا کریں گے اس لئے کہ اس میں منفرد کی نماز افضل ہے اس کے علاوہ جگہ میں جماعت سے نماز ادا کرنے سے۔اور ان مسجدوں میں جماعت کا لوٹانا مکروہ نہیں جہاں کوئی متعین امام نہ ہو۔(استذکار ۴/۶۳) اور امام شافعی کی کتاب الام (۱/۲۷۸) میں ہے:''اگر مسجد کا کوئی متعین امام ہو اور ایک یا کئی آدمیوں کی جماعت چھوٹ جائے تو وہ تنہا نماز ادا کریں گے اور میں پسند نہیں کرتا کہ وہ جماعت بنا کر نماز ادا کریں......''۔

ان کے نزدیک مکروہ ہے کہ کسی مسجد میں متعین امام کی اجازت کے بغیر اس سے پہلے یا اس کے بعد یا پھر اسی کے ساتھ جماعت بنائیں اور جہاں کوئی امام متعین نہیں تو اگر مسجد تنگ ہوجاتی ہو یا وقت کے ختم ہوجانے کا خوف ہو تو امام سے پہلے نماز مکروہ نہیں۔اس لئے کہ اس (مجبوری میں) تکرار کو مکر پر محمول نہیں کیا جاسکتا۔(مجموع ۴/۲۲۲،شرح السنۃ ۳/۴۳۷)

اس قول کے دلائل حسب ذیل ہیں:

تکرار جماعت سے روکنے والوں کے دلائل:

۱-ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے: میں نے عزم کیا کہ میں لکڑی جمع کرنے کا حکم دوں پس جب اسے جمع کر دیا جائے، اس کے بعد میں نماز کا حکم دوں اور جب نماز کے لئے اذان دی جائے تو ایک شخص کو حکم دوں جو لوگوں کی امامت کرائے پھر میں (ان) لوگوں کی طرف جاؤں (جو جماعت میں نہیں حاضر ہوتے) اور ان کے گھروں کو جلادوں، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر ان میں کا کوئی جان لے کہ اسے موٹی ہڈی ملنے والی ہے یا بہترین دو پائے ملیں گے تو وہ عشاء کی نماز میں بھی حاضر ہوگا۔ (بخاری مع الفتح ۱۲۵/۲، مسلم مع شرح النووی ۱۵۳/۵، ابوداؤد ۳۷۱/۱، ترمذی ۶۳۱/۱، نسائی ۱۰۷/۲، ابن ماجہ ۲۵۹/۱)

عثمانی اعلاء السنن (۲۴۶/۴) میں کہتے ہیں: حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ شریعت نے جس جماعت کی طرف آنے پر ابھارا ہے وہ پہلی ہی جماعت ہے جیسا کہ نبی ﷺ کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے: میں نے ارادہ کیا کہ ایک شخص کو میں نماز پڑھانے کا حکم دوں پھر میں ان لوگوں کے پاس جاؤں جو نماز سے پیچھے رہ جاتے ہیں''۔ اگر جماعت ثانیہ جائز ہوتی تو جو لوگ پہلی جماعت سے پیچھے رہتے ہیں ان کو جلانے کا ارادہ نہیں کرتے اس احتمال سے کہ وہ دوسری جماعت تو پا ہی لے گا۔ اور جب یہ بات ثابت ہو جاتی ہے تو ہم کہتے ہیں: پہلی جماعت میں شامل ہونا واجب ہے اس سے یہ بات لازم آتی ہے کہ اسی مسجد میں لازمی طور پر دوسری جماعت مکروہ ہے۔ کیونکہ جب لوگوں اس زعم میں رہیں گے کہ ان کی دوسری جماعت فوت نہیں ہوگی تو وہ جمع ہی نہ ہوں گے۔

۲-ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث.. فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ مدینہ کے کسی کنارہ سے نماز ادا کرنے آئے اور لوگوں کو پایا کہ وہ لوگ نماز پڑھ چکے ہیں تو اپنے گھر کی طرف لوٹے اور اپنے گھر والوں کو جمع کیا اور انہیں نماز پڑھائی۔ (طبرانی فی الاوسط اور کہا کہ اس کے تمام رجال ثقہ ہیں جیسا کہ مجمع الزوائد میں ہے ۴۵/۲)

مانعین کا کہنا ہے: اگر یہ بغیر کراہت کے جائز ہوتی تو نبی ﷺ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کی فضیلت کو نہیں ترک کرتے۔

۳ - حسنؒ کہتے ہیں: جب اللہ کے رسول ﷺ کے اصحاب کی جماعت چھوٹ جاتی تو وہ مسجد میں تنہا نماز ادا کرتے۔ (ابن ابی شیبہ ۲۲۲/۲)

۴- تکرار یعنی بار بار جماعت بنانا یہ نمازیوں کی کمی کا سبب بنتا ہے، اور جب لوگوں کو یہ احساس ہو جائے کہ ان کی جماعت چھوٹ جائے گی تو وہ جلدی کریں گے اور نمازیوں کی تعداد زیادہ ہو جائیگی۔ اور اگر انہیں معلوم ہو کہ ان کی جماعت نہیں چھوٹے گی تو وہ دیر کریں گے اور اس طرح نمازیوں کی تعداد کم ہوگی۔ اور جماعت کا کم ہونا مکروہ ہے۔ (بدائع الصنائع ۴۱۹/۱)

تکرار جماعت کے قائلین کے دلائل:

فقہاء کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ متعین امام کی جماعت ہو جانے کے بعد کسی غیر متعین کی امامت میں جماعت کا دوبارہ بنانا مکروہ نہیں۔ یہ انس، ابن مسعود رضی اللہ عنہما (عطاء اور قتادہ) سے روایت کیا گیا ہے اور یہی حسن اور نخعی سے مروی ہے۔ امام بخاری (۱۳۱/۲) نے معلقاً روایت کیا ہے ''انس رضی اللہ عنہ ایک ایسی مسجد میں آئے جس میں نماز ادا کی جا چکی تھی تو انہوں نے اذان دی، اقامت کہی اور جماعت سے نماز ادا کی۔''

حافظ ابن حجر (فتح الباری ۱۳۱/۲) میں کہتے ہیں۔ اسے ابو یعلی نے اپنی مسند میں جعد ابوعثمان کے طریق سے روایت کیا ہے ''مسجد بنو ثعلبہ میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہم سے گزرے اور انہوں نے اسی طرح ذکر کیا۔ راوی کہتے ہیں: یہ صبح کی نماز کے وقت کا واقعہ ہے۔ اسی روایت میں ہے ''انہوں نے ایک شخص کو حکم دیا، اس نے اذان دیا، اقامت کہی پھر انہوں نے اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی''۔ ابن ابی شیبہ (۲۲۱/۲) نے جعد کے طریق سے اور اسی طرح عبدالرزاق نے مصنف (۲۹۱/۲) میں روایت کیا ہے۔

ابن ابی شیبہ (۲۲۱/۲) نے سلمہ بن کہیل سے روایت کیا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے اور لوگ نماز ادا کر چکے تھے تو انہوں علقمہ، مسروق اور اسود کو لے کر جماعت بنائی۔ (جاری ہے۔۔)

الجزء المفقود: قائلین کی زبانی ایک جائزہ

ابوعبداللہ شعیب محمد (سیالکوٹ)

کچھ عرصہ قبل ایک مخصوص مکتبہ فکر کی جانب سے اپنے غیر ثابت عقائد ونظریات کو سندِ جواز اور سہارا دینے کی خاطر ایک مجہول مخطوطہ کی بنیاد پر پہلے عربی زبان میں "الجزء المفقود من الجزء الاول من المصنف" اور پھر اردو زبان میں ''مصنف عبدالرزاق کی پہلی جلد کے دس گم گشتہ ابواب'' کے نام سے نسخے چھاپے گئے۔ دعویٰ یہ کیا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نور اور عدم سایہ سے متعلق روایات اپنی صحیح اسناد کے ساتھ دستیاب ہوگئی ہیں۔ چنانچہ عبدالحکیم شرف قادری بریلوی نے لکھا ہے:

''لیجئے محافل میلاد مصطفیٰ ﷺ کی زینت بننے والی ''حدیث نور'' اور سرکار دو عالم ﷺ کے تاریک سائے کی نفی کرنے والی روایت اپنی صحیح سند اور پوری آب وتاب کے ساتھ آپ کے سامنے ہے.....'' (مصنف عبدالرزاق...گم گشتہ ابواب ص ۲۱)

اس مخطوطے کی تلاش اور اس کی اشاعت کرنے والے کا تعارف کرواتے ہوئے کہا گیا: ''یہ قابل صد رشک سعادت فاضل جلیل ڈاکٹر عیسیٰ مانع حمیری مدظلہ العالی، سابق ڈائریکٹر محکمہ اوقاف وامور اسلامیہ، دبئ و پرنسپل امام مالک کالج برائے شریعت وقانون، دبئ کے حصے میں آئی کہ وہ ''مصنف'' کا نادر ونایاب اور ابتدا سے مکمل نسخہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔'' (مصنف عبدالرزاق...گم گشتہ ابواب ص ۳۰)

اس نام نہاد نادر ونایاب نسخے اور مخطوطے کی حقیقت تو اسی وقت علمائے حقہ نے بیان کردی تھی جس کی مکمل تفصیل کتاب ''جعلی جزء کی کہانی اور علمائے ربانی'' میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ اس میں تفصیلی دلائل کے ساتھ علماء ومحققین نے اس نسخے اور مخطوطے کا جعلی ہونا ثابت کیا جس کی بنیاد پر یہ ساری کہانی گھڑی گئی تھی۔ فی الحال قارئین کی خدمت میں، اس نسخے اور اس کے چھاپنے والوں کی اپنی زبانی ایک جائزہ پیش خدمت ہے تاکہ معلوم ہوسکے کہ اس نسخے کی بنیاد پر بڑے بڑے دعوے کرنے والے دلائل کے میدان میں کس قدر تہی داماں ہیں۔

۱) اس نسخے کی پہلی روایت کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

''بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک درخت پیدا فرمایا جس کی چار شاخیں تھیں، اس کا نام ''یقین کا درخت'' رکھا، پھر نور مصطفیٰ ﷺ کو سفید موتی کے پردے میں پیدا کیا...'' (مصنف عبدالرزاق...گم گشتہ ابواب ص ۸۷)

مخالفین تو اس نسخے کو صحیح مانتے ہی نہیں بلکہ جعلی قرار دیتے ہیں مگر اس نسخے کو صحیح ماننے والوں کی خدمت میں عرض ہے کہ اس نسخے کی سب سے پہلی روایت میں اس بات کی صاف تصریح موجود ہے کہ نبی a کے نور سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ایک درخت پیدا فرمایا۔ یہ بات نہ صرف اس حدیث جابر رضی اللہ عنہ کے خلاف ہے جس کی خاطر اس نسخے کو چھاپا گیا بلکہ ان حضرات کے اس متفقہ عقیدے کے بھی صریح خلاف ہے کہ نبی ﷺ اول الخلق ہیں۔

چنانچہ ڈاکٹر عیسیٰ بن مانع الحمیر ی نے کہا:

''ہم پر یہ حقیقت بھی منکشف ہوگئی کہ ہمارے آقا ومولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سب سے پہلی مخلوق ہیں....'' (مصنف عبدالرزاق...گم گشتہ ابواب ص ۴۴۔۴۵)

جنابِ عالی! آپ پر یہ جو حقیقت منکشف ہوئی ہے خود آپ کے پیش کیے گئے نسخے کی پہلی روایت کے ہی خلاف ہے۔ افسوس کہ

؎ جن پہ تکیہ تھا وہی 'نسخے' ہوا دینے لگے !!!

اعتراض: ''مصنف کی پہلی حدیث ایک صحابی کا قول ہے اور حدیث موقوف ہے مرفوع نہیں ہے۔'' (مصنف عبدالرزاق...گم گشتہ ابواب ص ۱۶۷)

الجواب: بریلویوں کے'' فقیہ اعظم ہند علامہ مفتی شریف الحق امجدی'' نے لکھا: ''حکماً مرفوع یہ ہے کہ کوئی صحابی جو کتب سابقہ سے خبر نہ دے رہا ہو ایسی خبر جس میں عقل کو دخل نہ ہو جسے بغیر حضور کے سنے نہ جانا جا سکتا ہو مثلاً گذشتہ واقعات کی خبر دینا...'' (مقدمہ نزہۃ القاری شرح بخاری بحوالہ ترکِ رفع یدین مئولفہ غلام مصطفیٰ نوری بریلوی ص ۵۲)

لہٰذا عرض ہے کہ اس نسخے کی پہلی روایت ہی بریلویوں کے متفقہ عقیدہ کے خلاف ہے جسے موقوف قرار دے کر جان نہیں چھڑائی جا سکتی کہ حکماً مرفوع ہی قرار پاتی ہے۔

۲) ڈاکٹر عیسیٰ بن مانع الحمیر ی نے جس مخطوطہ سے اس نسخے کو چھاپا اس کا تعارف کرواتے ہوئے خود فرماتے ہیں:

''میرے پاس جو مخطوطہ ہے وہ ایک قدیم اصل سے نقل کیا گیا ہے، میں نے اس اصل تک پہنچنے اور حاصل کرنے کی کوشش کی بصورت دیگر اس کی فوٹو کاپی ہی مل جائے تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ اصل مخطوطہ ان جنگوں میں ضائع ہو گیا جو کچھ عرصہ قبل افغانستان کے شہروں میں لڑی گئی ہیں....'' (مصنف عبدالرزاق...گم گشتہ ابواب ص ۱۷۴)

لیجئے قصہ ہی ختم، گویا جس مخطوطہ سے یہ نسخے چھاپے گئے اس کی حقیقت بھی یہ ہے کہ اصل مخطوطہ اس دنیا میں اب موجود ہی نہیں اور معاملہ صرف نقل در نقل پر ہی چل رہا ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ ایسے کمزور نسخے کے سہارے اپنے عقائد کو ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ بریلوی حضرات سے گزارش ہے کہ اس سلسلے میں اپنے'' اعلیٰ حضرت'' احمد رضا خان بریلوی کا یہ اصول ملاحظہ فرمائیں:

''کسی الماری میں کوئی قلمی کتاب ملے اُس میں کچھ عبارت ملنی دلیل شرعی نہیں کہ بے کم و بیش مصنف کی ہے پھر اس قلمی نسخہ سے چھاپا کریں تو مطبوعہ نسخوں کی کثرت کثرت نہ ہوگی اور ان کی اصل وہی مجہول قلمی ہے....'' (فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۲۲۵)

اپنے اعلیٰ حضرت کے اس اصول کے پیش نظر بریلوی حضرات بتائیں کہ وہ ایک مجہول قلمی نسخے کو'' الجزء المفقود....'' کے نام سے چھاپ چھاپ کر کیوں عوام کو دھوکہ دے رہے ہیں؟ جبکہ آپ کے اعلیٰ حضرت کے مندرجہ بالا اصول کے مطابق بھی ایسے کسی مجہول قلمی نسخے کی کوئی عبارت شرعی دلیل نہیں ہے۔

۳) ڈاکٹر عیسیٰ بن مانع الحمیر ی لکھتے ہیں:

''یہ جو نسخہ میں نے پیش کیا ہے اس کی ضرورت تھی اور اسلامی لائبریریوں کے لئے یہ سرمائے کی حیثیت رکھتا ہے، میرے نزدیک اس کی حیثیت اس **حدیث ضعیف** والی ہے جب کسی باب میں اس کے علاوہ حدیث دستیاب نہ ہو....'' (مصنف عبدالرزاق...گم گشتہ ابواب ص ۲۲۸۔۲۲۹)

ڈاکٹر عیسیٰ بن مانع الحمیر ی کے اس اعتراف کی عربی عبارت، کاشف اقبال مدنی بریلوی نے بھی پیش کر رکھی ہے۔ دیکھئے نام نہاد'' علمی محاسبہ'' (ص ۱۹۱)

مزید ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

''میرے نزدیک اس کی حیثیت وہ ہے جو اس **حدیث ضعیف** کی ہے جب کسی باب میں اس کے علاوہ کوئی حدیث نہ پائی جائے، قارئین اس میں سے جس حصے پر مطمئن ہوں اسے لے لیں اور جس سے مطمئن نہ ہوں اسے چھوڑ دیں۔'' (مصنف عبدالرزاق...گم گشتہ ابواب ص ۲۳۰۔۲۳۱)

ڈاکٹر عیسیٰ بن مانع الحمیر ی کے اس اقرار کی عربی عبارت کو بھی کاشف اقبال مدنی بریلوی نے پیش کر رکھی ہے۔ دیکھئے علمی

محاسبہ(ص ۱۹۲)

یہ ہے اس سارے نسخے کی حقیقت جس کے سہارے اپنے باطل عقائد کو ثابت کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔خود اس نسخے کے پیش کرنے والوں کے نزدیک بھی اس کی حیثیت صرف ایک ضعیف حدیث کی سی ہے۔کس قدر افسوس کی بات ہے کہ اس ساری حقیقت کو جاننے کے باوجود عوام کو دھوکہ دینے کے لیے اپنے نزدیک بھی ضعیف نسخے کے سہارے کیسے کیسے بلند بانگ دعوے کیے گئے۔ملاحظہ فرمائیں:

''محافل میلاد میں بیان کی جانے والی حدیث نور اور حدیث نفی سایہ اپنی صحیح سندوں کے ساتھ منظر عام پر جگمگانے لگیں'' (سرورق، مصنف عبدالرزاق...گم گشتہ ابواب)

''جس نے نورانیت مصطفیٰ کے منافی عقیدہ اپنایا اس کے عقیدے کے غلط ہونے پر مصنف عبدالرزاق کی عالی سند والی حدیث صریح دلیل ہے۔'' (مصنف عبدالرزاق...گم گشتہ ابواب ص ۴۱)

''یہ بھی واضح ہوگیا کہ ''حدیث نور'' صحیح ہے....'' (مصنف عبدالرزاق...گم گشتہ ابواب ص ۴۴)

''قلمی نسخے کی پہلی جلد کا مطبوعہ نسخے کے ساتھ مقابلہ کرنے سے یہ حقیقت سامنے آئی ہے کہ قلمی نسخہ عام طور پر مطبوعہ نسخے سے زیادہ صحیح ہے۔'' (مصنف عبدالرزاق...گم گشتہ ابواب ص ۴۸)

اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے بعد بھی کہ یہ نسخہ حدیث ضعیف کی حیثیت کا حامل ہے اس پورے ضعیف نسخے کی احادیث اور اسناد کو صحیح و عالی قرار دینا، صریح دھوکہ دہی اور عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے مترادف ہے۔اللہ ان لوگوں کو ہدایت دے اور بجائے خود ساختہ عقائد اور اس کے لیے دلائل گھڑنے کے قرآن وسنت کو اپنانے کی توفیق دے۔

آمین یا ربّ العالمین

علماء کا حدیثِ جابر رضی اللہ عنہ کو بیان کرنا

مصنف عبدالرزاق کی جانب منسوب حدیث جابر رضی اللہ عنہ کی کوئی صحیح سند تو یہ حضرات کبھی پیش کر سکے ہیں اور نہ کبھی پیش کر سکیں گے، ان شاء اللہ۔مگر اس سلسلے میں ''ڈوبتے کو تنکے کا سہارا'' کی بنیاد پر یہ مغالطہ دینے کی کوشش کی جاتی ہے کہ اس روایت کو بہت سے علماء نے اپنی کتابوں میں درج کر رکھا ہے اور اس پر اعتماد کیا ہے،لہٰذا یہ روایت صحیح ہے۔

الجواب: اس سلسلے میں پہلی عرض تو یہ ہے کہ محض کسی روایت کو اپنی کتاب میں درج کردینا ہرگز بھی اس کی دلیل نہیں کہ روایت کرنے والے کے نزدیک یہ صحیح بھی ہو یا اس کا عقیدہ و مذہب بھی اس کے مطابق ہو۔چنانچہ بریلویوں کے مشہور پیر مہر علی شاہ گولڑوی نے لکھا ہے:''اصحابِ روایت کے مدِ نظر فقط روایت کے سلسلے کو بیان کرنا ہے جو اُن کو ملا۔اس روایت کرنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اُن کا مذہب بھی یہی ہے۔'' (سیفِ چشتیائی ص ۱۱۲)

دوسری بات یہ کہ بریلویوں کے'' مناظر اسلام'' غلام مصطفیٰ نوری بریلوی نے بے سند ذکرِ روایات پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا:''اس مقام پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جو سب کہا ہے بے سند کہا ہے۔'' (ترک رفع یدین ص ۴۶۹)

غلام مصطفیٰ نوری بریلوی نے ایک اور جگہ لکھا:''امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اس اثر کی کوئی سند ذکر نہیں فرمائی....اگر اس کی سند ذکر ہوتی تو اس کے لئے کچھ عرض کیا جاتا۔بے سند باتوں کا کیا اعتبار ہے۔'' (ترکِ رفع یدین ص ۴۳۴)

جب امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری علیہ الرحمۃ کی ذکر کردہ بلا سند روایات کا کوئی اعتبار نہیں اور ان پر اعتراض کرنا بالکل درست ہے تو ان کے علاوہ اور کون ہے کہ جس کی بلا سند پیش کردہ روایت آنکھیں بند کر کے قبول کرلی جائے؟

پھر اگر علماء کا کسی روایت پر اعتماد کرنا ثابت بھی ہو تو بریلوی'' اعلیٰ حضرت'' احمد رضا خان قادری نے ایسی ایک روایت کے بارے میں کہا:

''اجلہ علماء نے اس پر اعتماد (کیا)....مگر تحقیق یہ ہے کہ وہ

حدیث ثابت نہیں۔'' (ملفوظات، حصہ دوم ص ۲۴۰، فرید بک سٹال لاہور)

اس سے معلوم ہوا کہ کچھ علماء کا سہواً کسی حدیث کو صحیح قرار دے دینا یا اس پر اعتماد کر لینا اس حدیث کو صحیح نہیں بنا دیتا بلکہ عدم ثبوت کی صورت میں وہ غیر ثابت ہی قرار پائے گی۔ لہٰذا جب تک حدیث جابر کی صحیح سند نہ پیش کی جائے تب تک یہ حدیث غیر ثابت ہی رہے گی اور مختلف حیلے بہانوں سے اسے بطور دلیل ہرگز پیش نہیں کیا جا سکتا۔ خود بریلوی حضرات کے ''حکیم الامت'' احمد یار نعیمی کی مشہور کتاب 'جاء الحق' سے ایک لمبی فہرست ان روایات کی پیش کی جا سکتی ہے جن کو ایک دو نہیں بلکہ جمہور آئمہ ومحدثین نے صحیح قرار دے رکھا ہے مگر بریلوی حکیم الامت ان روایات پر اصول حدیث کے ذریعے جرح کرتے ہیں۔

اسی طرح بریلویوں کے فاضل محدث عباس رضوی بریلوی نے لکھا:

''کسی کے ضعیف حدیث کو صحیح اور صحیح کو ضعیف حدیث کہہ دینے سے وہ ضعیف صحیح نہیں ہو جاتی'' (مناظرے ہی مناظرے ص ۲۹۲)

جب کسی کے ضعیف حدیث کو صحیح ثابت کہنے سے وہ ضعیف صحیح نہیں بن جاتی تو جس حدیث کی سرے سے سند ہی ثابت نہ ہو اسے ایسے بہانوں سے کیسے قبول کیا جا سکتا ہے؟ چنانچہ بریلویوں کے یہی فاضل محدث عباس رضوی بریلوی ایک روایت پر تبصرہ کرتے فرماتے ہیں: ''ہرگز صحیح سند کے ساتھ مروی نہیں ہے اگر ہے تو اس کی سند بیان کریں کیونکہ سند کے بغیر تو کوئی روایت قابل حجت نہیں ہوتی'' (مناظرے ہی مناظرے ص ۳۰۰)

غلام رسول سعیدی بریلوی نے بھی تسلیم کر رکھا ہے کہ ''اور جو روایت بلا سند مذکور ہو وہ حجت نہیں ہے۔'' (شرح صحیح مسلم ج ا ص ۵۱۱)

شاہ عبدالعزیز دہلوی کی ایک بات یاد رکھنے کے لائق قرار دیتے ہوئے اور بطور حجت پیش کرتے ہوئے احمد رضا خان بریلوی نے لکھا: ''اہلسنت کے ہاں حدیث وہی معتبر ہے جو محدثین کی کتب احادیث میں صحت کے ساتھ ثابت ہو، ان کے ہاں بے سند حدیث ایسے ہی ہے جیسے بے مہار اونٹ، جو کہ ہرگز قابل سماعت نہیں۔ (ت)'' (فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۵۸۵)

اطلاع

صحابی رسول یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اور امیر یزید بن معاویہ رحمہ اللہ سے متعلق ایک روایت کی تحقیق پر ہمارے اور حافظ زبیر علی زئی کے بیچ کئی مہینوں سے تحریری مناقشہ جاری ہے۔

اس سلسلے میں ہماری تحریروں کو ''خیر الحدیث'' بلاگ سے ڈاؤنلوڈ کیا جا سکتا ہے، یاد رہے کہ اس سلسلے کی اگلی تحریریں بھی اسی بلاگ پر اپلوڈ کی جائیں گی۔

پہلی تحریر

کیا یزید بن معاویہ رحمہ اللہ سنت کو بدلنے والے تھے؟

اس تحریر کو درج ذیل بلاگ سے پی ڈی ایف میں ڈاؤنلوڈ کریں

khairulhadees.blogspot.in

دوسری تحریر

کیا یزید بن معاویہ رحمہ اللہ سنت کو بدلنے والے تھے؟

اس تحریر کو درج ذیل بلاگ سے پی ڈی ایف میں ڈاؤنلوڈ کریں

khairulhadees.blogspot.in

تیسری تحریر

رسول اللہ ﷺ کی سنت کو بدلنے والا یزید: یہ روایت موضوع اور من گھڑت ہے

اس تحریر کو درج ذیل بلاگ سے پی ڈی ایف میں ڈاؤنلوڈ کریں

khairulhadees.blogspot.in

کفایت اللہ سنابلی

کیا صحیحین کی صحت پر اجماع ہے؟

(٤ آخری قسط)

ابوالحسن علوی

صحیحین کی احادیث کی صحت، قطعی ہے یا ظنی؟

امام ابن صلاح رحمہ اللہ (متوفی ۶۴۳ھ) فرماتے ہیں:

وَهٰذَا الْقِسمُ جَمِيعُه مَقطُوعٌ بِصِحَّتِهِ. [مقدمہ ابن الصلاح:۔ص:۲۸، دارالحدیث للطباعۃو النشر و التوزیع]۔

اس قسم (یعنی صحیحین) کی تمام روایات قطعاً صحیح ہیں۔

امام ابن صلاح سے پہلے یہ موقف حافظ محمد بن طاہر المقدسی اور ابو النصر عبد الرحیم بن عبد الخالق رحمہما اللہ نے پیش کیا تھا۔امام حافظ عراقی (متوفی ۸۰۶ھ) رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قَدْ سَبَقَهُ اِلَيهِ الْحَافِظ ابُو الْفَضلِ مُحَمَّد بُن طَاهِرِ الْمُقدَسِي وَابُو النَّصر عَبدُالرَّحِيم بُن عَبد الْخَالِق بُن يُوسُف فَقَالَا اِنَّه مَقْطُوعٌ بِهِ. [التقیید والایضاح حافظ زین الدین عراقی:۔ص:۲۸، دارالحدیث للطباعۃو النشر و التوزیع]۔

یہ موقف حافظ ابوطاہر المقدسی اور ابونصر عبدالرحیم بن عبدالخالق رحمہما اللہ نے امام ابن صلاح رحمہ اللہ سے پہلے بیان کیا ہے ان دونوں کا کہنا یہ ہے کہ صحیحین کی روایات قطعی طور پر صحیح ہیں۔

شیخ عزالدین بن عبدالسلام اور امام نووی نے حافظ ابن صلاح رحمہم اللہ کے اس موقف پر تنقید کی ہے۔حافظ عراقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَ قَدْ عَابَ الشَّيخُ عِزُّ الدِّين بُن عَبد السَّلام عَلٰى ابْنِ الصَّلاح هٰذَا......وَ قَالَ الشَّيخُ مُحِيُّ الدِّين النَّوَوِي فِي التَّقْرِيبِ وَ التَّيسِيرِ خَالَفَ ابْن الصَّلاحَ الْمُحَققُونَ وَ الْاَكثَرُونَ فَقَالُوا يُفِيدُالظَّن مَالَمْ يَتوَاتَر. [التقیید و الایضاح حافظ زین الدین عراقی:۔ص:۲۸۔۲۹، دارالحدیث للطباعۃو النشر و التوزیع]۔

شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے ابن صلاح رحمہما اللہ کے اس موقف پر نقد کی ہے اور امام نووی رحمہ اللہ نے "تقریب" اور "تیسیر" میں کہا ہے کہ ابن صلاح کا موقف محقق اور جمہور علماء کے خلاف ہے جن کا کہنا یہ ہے کہ صحیحین کی روایات اس وقت تک ظن کا فائدہ دیتی ہیں جب تک کہ متواتر نہ ہوں۔

امام نووی رحمہ اللہ نے دو دعوے کیے ہیں ایک یہ کہ جمہور اور محققین محدثین کا موقف یہ ہے کہ صحیحین کی روایات کی صحت قطعی نہیں ہے بلکہ ظنی ہے۔امام نووی رحمہ اللہ کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ یہ جمہور یا محققین کا قول ہے۔امام ابن حجر، امام نووی رحمہما اللہ کے تعاقب میں فرماتے ہیں:

فَقَوْلُ الشَّيخ مُحِيُّ الدِّيْن النَّوَوِي خَالفَ ابْن صَلَاح الْمُحقِّقُونَ وَ الْاَكثرُونَ غَير متجه. بَلْ تَعَقبَّه شَيخنَا شَيْخ الاِسْلَام فِي مَحَاسِنِ الْاِصطِلَاحِ فَقَالَ هٰذَا مَمنُوعٌ فَقَدْ نقلَ الْمُتَاخِّرِيْن عَنْ جمعٍ مِن الشَّافِعِيَّةِ وَ الْحَنفِيةِ وَ الْمَالِكِيةِ وَ الْحنَابَلةِ انهُمْ يَقطَعُونَ بِصحَّةِ الْحَدِيثِ الَّذِى تلقته الْاُمَّة بِالْقُبُولِ. [النکت علی ابن صلاح:۔جلد:۱، ص:۳۷٤، المجلس العلمی احیاء تراث الاسلامی]۔

امام نووی رحمہ اللہ کا یہ قول کہ ابن صلاح رحمہ اللہ کا موقف جمہور اور محققین محدثین کے خلاف ہے، صحیح نہیں ہے۔ بلکہ ہمارے شیخ، شیخ الاسلام نے "محاسن الاصطلاح" میں لکھا ہے کہ امام نووی کی بات غلط ہے۔ہمارے شیخ نے متاخرین شافعیہ، حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کی ایک جماعت سے یہ نقل کیا ہے کہ وہ ایسی حدیث کی صحت کو قطعی مانتے ہیں کہ جس کو امت میں "تلقی بالقبول" حاصل ہو۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

فَـإن جَـمِيْـع اَهْـل الْـعِـلْـم بِـا الْـحدِيثِ يجزمُونَ بِصحَّةِ جـمْهُور اَحَاديْث الْكتَابينَ وَ سَائِر النَّاس تبعَ لَهُمْ فِي مَعْرِفَةِ الْـحَـديْثِ فَاجْمَاع اَهل الْعِلمِ بِالحَديْثِ عَلٰى ان هٰذَا الْخبر صـدْق كَـاجْمَاع الْفُقهَاءِ عَلٰى ان هٰذَا الفعْل حَلالٌ اَوْ حَرامٌ اَوْ وَاجب وَ اِذَ ااجْـمَـع اَهْـل العِلْم عَلٰى شَيءٍ فَسَائر النَّاس تَبـعَ لَهُـمْ فَـاجـمَـاعهُـمْ مَـعـصُـومٌ لَا يَجُوزُ اَن يَّجمَعُوا عَلٰى خطَا. [فتاوی ابن تیمیہ:۔جلد:۱۸، ص:۱۷، وزارۃ الشؤون الاسلامیۃ و الاوقاف و الدعوۃ و الارشادالمملکۃ العربیۃ السعودیۃ]۔

تمام محدثین صحیحین کی اکثر احادیث کوقطعاً صحیح کہتے ہیں اورعوام الناس حدیث کےعلم میں محدثین کے متبعین ہیں، پس محدثین کاکسی خبرکی صدق پر اجماع ایسا ہی ہے جیسا کہ فقہاء کا کسی فعل پر اجماع ہوکہ یہ حلال، حرام یاواجب ہےاور جب اہل علم کا کسی چیز پر اجماع ہوجائےتو تمام عوام الناس اس اجماع میں علماء کے تابع ہوتے ہیں (پس علماء کا اجماع، پوری امت کے اجماع کے قائم مقام ہے) پس امت اپنے اجماع میں معصوم ہے، پوری امت کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ خطا پر اکھٹی ہو۔

امام نووی رحمہ اللہ کا دوسرا دعویٰ یہ ہے کہ صرف خبر متواتر سے علم یقین حاصل ہوتا ہے، امام نووی رحمہ اللہ کا یہ دعویٰ بھی صحیح نہیں ہے۔امام ابن حجر، امام نووی رحمہما اللہ کے تعاقب میں لکھتے ہیں:

اَمَّـا قَـولُ الشَّيْخ مُحِيُّ الدِّيْن نَوِوی ،لَا يُفيْدُ الْعِلْم اِلَّا اَن تَـواتَـر ،فَـمـنْـقُوص باشيَاء:اَحدهَا اَلخَبرُ الْمُحتَف بِالْقَرائِنِ يُـفيدُا لْعِلم النَّظرِی وَمِمَّنْ صَرحَ بِه اِمَامُ الْحَرمَينِ وَ الْغَزالِی وَالسَّيف الآمِـدِی وَ ابْـن الْحَاجب وَ مَن تَبعهُمْ،ثَانيهَا الخَبر الْمُستَفِيض الْوَارِد مِنْ وجوة كَثِيْرَة لَا مُطعِنٌ فِيهَا يُفِيدُ الْعِلْم الـنَّـظْـرِی لِـلْـمُـتبـحـر فِـی هٰذَا الشَّانِ وَمِمَّنْ ذَهبَ اِلٰی هٰذَا الِاسْـتَـاذِ اَبُـو اِسْـحَـاق الاسْـفَـرَائِيْنِی وَ الْاُسْتَاذ اَبُو مَنصُور الـتَّـمِـيْـمِی وَالْاُستَاذ اَبُو بَكر بْن فورک......وَ ثَالثهَا مَا قَدمنَا نَـقله عَنِ الائِمَّةِ فِی الْخبر اِذَا تلقته الْاُمة بِالقَبُولِ وَلَا شَكَّ ان اجْـمَـا ع الْاُمَّة عَـلٰی القَولِ بِصِحةِ الْخَبراقوىٰ مِنْ افَادَة الْـعِـلْـمِ مِن القرائِنِ الْمُحتفةِ وَمن مجر كَثرةِ الطُّرقِ. [النکت علی ابن صلاح:۔جلد: ۱، ص:۳۷۷۔۳۷۸، المجلس العلمی احیاء تراث الاسلامی]۔

جہاں تک امام نووی کے اس دعوے کا تعلق ہے کہ تواتر کے بغیر خبر سے علم یقین حاصل نہیں ہوتا، تو یہ دعویٰ چند وجوہات سے ناقص دعویٰ ہے۔پہلی وجہ تو یہ ہے کہ ایسی خبر واحد کہ جس کا قرائن نے احاطہ کیا ہو، علم نظری کا فائدہ دیتی ہے جیسا کہ امام الحرمین، امام غزالی، علامہ آمدی اور ابن الحاجب رحمہم اللہ وغیرہ نے بیان کیا ہے۔دوسری بات یہ ہے کہ ایسی خبر مستفیض جو کہ کئی طرق سے مروی ہو اوراس میں کسی قسم کا طعن نہ ہو، علم حدیث کے ماہرین کو علم نظری کا فائدہ دیتی ہے۔اس بات کو الاستاذ ابو اسحاق اسفرائینی، الاستاذ ابومنصور التمیمی اورالاستاذ ابوبکر بن فورک رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے......تیسری بات یہ ہے کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اس بات پر اجماع ہے کہ ایسی خبر واحد کہ جس کو امت میں ''تلقی بالقبول'' حاصل ہو قطعاً صحیح ہوتی ہے۔اور کسی خبر کے صحیح ہونے پر امت کے اجماع سے جو علم یقین حاصل ہوتا ہے وہ روایت کے طرق کثیرۃ یا قرائن محتفۃ سے بھی حاصل نہیں ہوتا۔

اسی طرح امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَخَبـرُ الْـوَاحِـد الْـمُـتَـلَـقّٰـی بِـالْـقُبُولِ يُوجبُ الْعلْم عِندَ جُمهُور الْعُلَمَاء مِن اَصحَابِ ابِی حَنيفَةوَ مَالِک وَ الشَّافِعِی وَ احْـمَـد وَهُو قَولُ اَكثَر اَصحَاب الْاشعَری كَا لاسْفَرَائِيْنِی وَ ابْن فورک. [فتاوی ابن تیمیہ:۔جلد:۱۸، ص:۴۱، وزارۃ الشؤون الاسلامیۃ و الاوقاف و الدعوۃ و الارشادالمملکۃ العربیۃ السعودیۃ]۔

ایسی خبرواحد کہ جس کو''تـلـقی بالقبول'' حاصل ہو علم کا فائدہ دیتی ہےاور یہی جمہور احناف مالکیہ شوافع اوراصحاب احمد کا قول ہےاوراکثر اشاعرہ کا بھی یہی مذہب ہے جیسا کہ الاستاذ اسفرائینی اورابن فورک ہیں۔

امام حافظ ابن کثیر بھی، امام نووی رحمہما اللہ کے اس موقف سے مطمئن نہیں ہیں اور لکھتے ہیں کہ بات وہی صحیح ہے جو کہ حافظ ابن صلاح رحمہ اللہ نےلکھی ہے۔امام ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ثُـمَّ حـكٰی اَنَّ الْاُمَّة تَلَقتْ هٰذَيْنِ الْكِتابَينِ بِالْقُبُولِ،سِوٰی

احرف یَسِیرۃ انتقدھا بَعض الْحُفَّاظ، کَالدَّار قُطنِی وَغیرہ، ثُمَّ اسْتَنبَطَ مِنْ ذٰلِک الْقَطْعِ بِصحَّتِہِ مَا فِیھِمَا مِنَ الاَحَادِیثِ، لاَنَّ الْاُمَّۃَ مَعصُومَۃ عَنِ الخَطَاء، فَمَاظَنت صِحته وَوَجَبَ عَلَیْھَا العَمل بِہ، لَا بُدَّوَان یَّکُونَ صَحِیحاً فِی نَفسِ الامرِ، وَھٰذَا جَید. وَ قَدْ خَالفَ فِی ھٰذۃ الْمَسئَلۃ الشَّیخ مُحِیُّ الدِّین النَّوِوی وَقَالَ: لَا یسْتَفَاد قطعٌ بِالصِّحۃِ مِن ذٰلِکَ. قُلْتُ: وَ اَنَا مَع ابن الصَّلاح فِیمَا عول عَلَیہِ وَاَرشَد اِلَیہِ. وَاللّٰہُ اَعْلَم. [اختصار علوم الحدیث حافظ ابن کثیر:۔ص:۴۴۔۴۵، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیۃ دولۃ قطر]۔

پھر ابن صلاح نے ان دونوں کتابوں کے لیے "تلقی بالقبول" کا تذکرہ کیا سوائے چند الفاظ کے، کہ جن پر امام الدارقطنی وغیرہ نے کلام کیا ہے۔ پھر ابن صلاح نے اس "تلقی بالقبول" سے صحیحین کی احادیث کی صحت کی قطعیت پر استدلال کیا کیونکہ امت خطا سے معصوم ہے۔ پس جس حدیث کو امت نے صحیح سمجھا اور اس پر عمل واجب ہوگیا تو ضروری ہے کہ وہ روایت حقیقت میں بھی صحیح ہو، اور امام ابن صلاح کا یہ کلام عمدہ ہے۔ اور اس مسئلے میں امام نووی رحمہ اللہ نے مخالفت کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس سے قطعی صحت کا علم حاصل نہیں ہوتا۔ میں (یعنی ابن کثیر) یہ کہتا ہوں: کہ میرا اس مسئلے میں وہی موقف ہے جو امام ابن صلاح رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے۔

امام سیوطی بھی امام نووی رحمہما اللہ کی تنقید سے متفق نہیں ہیں، انہوں نے بھی اسی موقف کو صحیح قرار دیا ہے جو کہ امام ابن صلاح اور امام ابن کثیر رحمہما اللہ کا ہے۔ امام سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَقَالَ ابْنُ کَثِیر: وَاَنَا مَع ابْن صَلَاح فِیمَا عول عَلَیہِ وَاَرشَدَ اِلَیہِ، قُلتُ: وَ ھُوَ الَّذِیْ اخْتَارہ وَ لَا اِعتقَدَ سِوَاہُ. [تدریب الراوی:۔امام سیوطی: جلد:۱، ص:۱۰۶، قدیمی کتب خانہ کراچی]۔

اور امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا ہے: کہ میں اس مسئلے میں ابن صلاح رحمہ اللہ کے موقف پر ہوں اور میں (یعنی امام سیوطی) یہ کہتا ہوں کہ میں بھی اسی (یعنی ابن کثیر کی) رائے کو پسند کرتا ہوں اور اس کے علاوہ کسی رائے کو نہیں مانتا۔

بعض محدثین نے اس بات پر اہل فن کا اجماع نقل کیا ہے کہ صحیحین کی روایات کی صحت قطعی ہے۔ الاستاذ ابو اسحاق الاسفرائینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَھلُ الصُّنعَۃِ مَجمُعُونَ عَلٰی اَنَّ الْاَخبَار الَّتِی اشْتَمَلَ عَلَیھَا الصَّحِیحَان مَقطُوعٌ بِھَا عَنْ صَاحِبِ الشَّرعِ. [النکت علی کتاب ابن الصلاح:۔ جلد:۱، ص:۳۷۷، المجلس العلمی احیاء تراث الاسلامی]۔

اہل فن کا اس پر اجماع ہے کہ صحیحین کی روایات قطعیت کے ساتھ اللہ کے رسول سے ثابت ہیں۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے بھی اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ شاہ صاحب لکھتے ہیں:

اَمَّا الصَّحِیحَان فَقَدْ اِتَّفقَا الْمُحَدِّثُونَ عَلٰی اَنَّ جَمِیعَ مَا فِیھِمَا مِنَ الْمُتَّصل الْمَرفُوع صَحِیح بِالقَطْعِ. [حجۃ اللہ البالغۃ شاہ ولی اللہ محدث دھلوی:۔ جلد:۱، ص:۲۹۷: اصح المطابع کراچی]۔

جہاں تک صحیحین کا معاملہ ہے تو محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ صحیحین کی تمام متصل مرفوع روایات قطعاً صحیح ہیں۔

خلاصہ کلام یہی ہے کہ صحیحین کی غیر منتقد روایات کی صحت قطعی ہے، کیونکہ ان کی صحت پر محدثین کا اجماع ہے اس لیے جب تک صحیحین کی بعض احادیث پر بعض ائمہ محدثین کی طرف سے کلام نہیں ہوا تھا اس وقت تک تو ہم یہ کہہ سکتے تھے کہ صحیحین کی اخبار کی صحت ظنی ہے لیکن تحقیق کے بعد صحیحین کی جن اخبار میں دو پہلوؤں (یعنی سچ اور جھوٹ) میں سے ایک پہلو پر محدثین کا اتفاق ہوگیا تو ان کی صحت قطعیت کے ساتھ متعین ہوگئی اور ایسی اخبار علم کا فائدہ دیتی ہیں لیکن جن اخبار یسیرۃ میں خبر کے دو پہلوؤں میں سے ایک پہلو پر سو فی صد محدثین کا اتفاق نہ ہوسکا بلکہ بعض محدثین ان اخبار میں بعض علل کی نشاندہی کی تو ان احادیث کی صحت ظنی رہی اور ان سے علم ظنی حاصل ہوتا ہے۔ صحیحین کی بعض روایات پر ائمہ محدثین کے کلام نے ان کی غیر متکلم فیہ روایات کی صحت کو قطعاً متعین کردیا۔

(ختم شد)

تعویذ لٹکانے سے متعلق ایک روایت کی تحقیق

ابوالفوزان کفایت اللہ سنابلی

جمعیت اہل حدیث گلبرگہ، کرناٹک میں بحیثیت داعی راقم الحروف نے ساڑھے تین سال کا عرصہ گذارا ہے، یہ میری زندگی کا سب قیمتی دور رہا ہے اللہ رب العالمین یہاں کے امیر جناب ماما نظر محمد خان صاحب کو سلامت رکھے ان کے ہم پر بہت احسانات ہیں۔ انہوں نے ہمیں پڑھنے اور سیکھنے کے لئے انتہائی پرسکون ماحول فراہم کیا تھا فجزاہ اللہ افضل الجزاء۔

گلبرگہ میں رہائش کے دوران ایک دن کچھ بھائیوں نے کسی صاحب کی تقریر ہمارے سامنے پیش کی تھی اور مقرر موصوف کی ذکر کردہ ایک روایت سے متعلق تحقیق طلب کی۔ جس کے بعد یہ مضمون لکھا گیا اور اسے مقرر موصوف تک پہنچایا گیا لیکن مقرر موصوف نے اس کا جواب اب تک نہیں دیا۔

اب اہل السنہ کے قارئین کے لئے بھی یہ مضمون پیش خدمت ہے:

کچھ دنوں قبل ہمارے علاقہ (گلبرگہ) میں ایک بریلوی مقرر تشریف لائے اور سامعین کو خطاب کیا، اس خطاب کی ریکارڈنگ ہمارے پاس لائی گئی ہم نے تقریر سنی، موصوف کا انداز بیان روایتی بریلوی خطباء سے ذرا ہٹ کر تھا، آں جناب نے اپنی تقریر میں بار بار اہل حدیث حضرات کا نام لیا، مگر ہمارے علم کے مطابق موصوف نے کوئی تلخ کلامی نہیں کی، بلکہ دوران خطاب غیر مقلد کہنے کے بجائے اہل حدیث بھائی اور سلفی بھائی کہہ کر ہمیں مخاطب کیا، نیز آں جناب کی بعض باتوں سے اس چیز کی بھی تصدیق ہوگئی کہ ہندوستان میں اہل حدیثوں کا وجود انگریزوں کے دور میں نہیں ہوا۔

کیونکہ آں جناب نے تعویذ سے متعلق ایک روایت پیش کی اس کے بعد ان اہل علم کی فہرست پیش کی جنھوں نے اسے اپنی اپنی کتابوں میں درج کیا ہے، فہرست میں بعض اہل علم کے ناموں کو گنانے کے بعد موصوف نے کہا کہ اب میں ان اہل حدیث علماء کے نام پیش کر رہا ہوں جنھوں نے اس حدث کو اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اس کے بعد موصوف نے اہل حدیث علماء کی فہرست پیش کرتے ہوئے سب سے پہلے ابن تیمہ رحمہ اللہ کا نام پیش کیا اس کے بعد ابن تیمہ رحمہ اللہ کے شاگردوں مثلاً ابن کثیر امام ذہبی اور دیگر اہل علم کے نام پیش کئے۔

موصوف کی اس بات سے یہ حقیقت طشت از بام ہوگئی کہ ہندوستان میں اہل حدیثوں کا وجود انگریزوں کے دور سے پہلے بلکہ بہت پہلے ہی سے تھا، کیونکہ موصوف نے خود اہل حدیث علماء کی فہرست میں ایسے لوگوں کے نام گنائے ہیں جو انگریزوں کے وجود سے صدیوں سال پہلے اس دنیا سے چلے گئے۔

بہرحال موصوف نے تعویذ والی روایت سے متعلق اپنی جو تحقیق پیش کی ہے ہم ذیل کی سطور میں اس کا جائزہ لیتے ہیں:

امام ترمذی رحمہ اللہ نے کہا:

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ **مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاق**، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " إِذَا فَزِعَ أَحَدُكُمْ فِي النَّوْمِ فَلْيَقُلْ: أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ مِنْ

غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ وَشَرِّ عِبَادِهِ، وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَنْ يَحْضُرُونِ فَإِنَّهَا لَنْ تَضُرَّهُ." فَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو، يُلَقِّنُهَا مَنْ بَلَغَ مِنْ وَلَدِهِ، وَمَنْ لَمْ يَبْلُغْ مِنْهُمْ كَتَبَهَا فِي صَكٍّ ثُمَّ عَلَّقَهَا فِي عُنُقِهِ.

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی نیند میں ڈر جائے تو یہ دعا پڑھے أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ وَشَرِّ عِبَادِهِ، وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَنْ يَحْضُرُونِ. (یعنی میں اللہ کے غضب، عقاب، اسکے بندوں کے فساد، شیطانی وساوس اوران (شیطانوں) کے ہمارے پاس آنے سے اللہ کے پورے کلمات کی پناہ مانگتا ہوں) اگر وہ یہ دعا پڑھے گا تو وہ خواب اسے ضرر نہیں پہنچا سکے گا۔ عبداللہ بن عمرو یہ دعا اپنے بالغ بچوں کو سکھایا کرتے تھے اور نابالغ بچوں کے لیے لکھ کر ان کے گلے میں ڈال دیا کرتے تھے۔ [سنن الترمذی :۔٥٤٢/٥رقم:٣٥٢٨]۔

اس روایت کو ترمذی ابوداوٗد اور بہت ساری کتابوں سے موصوف نے پیش کر کے کہا کہ اس پر یہ اعترض ہوسکتا ہے کہ اس کی سند میں محمد بن اسحاق ہے اور یہ ضعیف ہے لیکن میں اس کی توثیق ثابت کرسکتا ہوں۔

جواباً عرض ہے کہ کسی بھی اہل حدیث کا یہ اعتراض نہیں ہے کہ محمد بن اسحاق ضعیف ہے بلکہ اعتراض یہ ہے کہ ساری کتابوں میں یہ روایت ایک ہی سند سے نقل کی گئی ہے اور اس میں محمد بن اسحاق راوی ہے جس نے عن سے روایت کیا ہے اور یہ مدلس ہے۔

۞ امام اُحمد بن حنبل رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۴۱ھ) نے کہا:

مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ؟ ..هُوَ كَثِيرُ التَّدْلِيسِ جِدًّا.

محمد بن اسحاق یہ بہت ہی زیادہ تدلیس کرنے والا ہے [الضعفاء الکبیر للعقیلی :۔۲۸/٤ وسندہ صحیح، و الحضربن داوٗد عندی ثقة]۔

۞ امام ابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۵۴ھ) نے کہا:

كان يدلس على الضعفاء

یہ ضعفاء سے تدلیس کرتے تھے [الثقات لابن حبان:۔۳۸۳/۷]۔

۞ خطیب بغدادی رحمہ اللہ (المتوفی: ۴۶۳ھ) نے کہا:

ويدلس فى حديثه.

یہ اپنی حدیث میں تدلیس کرتے ہیں [تاریخ بغداد:۔۲۱/۲]۔

۞ امام ہیثمی رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۰۷ھ) نے کہا:

محمد بن إسحاق وهو مدلس.

محمد بن اسحاق یہ مدلس ہیں [مجمع الزوائد:۔۲۷/۱۰]۔

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے طبقات المدلسین کے چوتھے طبقہ میں ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

صدوق مشهور بالتدليس عن الضعفاء والمجهولين وعن شر منهم وصفه بذلك احمد والدارقطني وغيرهما.

یہ صدوق ہیں اور ضعیف اور مجہول اوران میں برے راویوں سے تدلیس کرنے میں مشہور ہیں۔ انہیں امام احمد اور امام دارقطنی وغیرہما رحمہما اللہ نے مدلس کہا ہے [تعریف اهل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس :۔ص: ۵۱]۔

مذکورہ بالا تمام اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ محمد بن اسحاق معروف مشہور مدلس راوی ہیں اور اصول حدیث میں یہ بات مسلم ہے کہ معروف مدلس کا عنعنہ مردود ہوتا ہے، یعنی وہ جس روایت کو عن سے روایت کرے وہ روایت ضعیف و نامقبول ہوتی ہے۔

اور مذکورہ حدیث کے کسی بھی طریق میں محمد بن اسحاق کے سماع کی تصریح نہیں ہے لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔

کیا حدیث مذکورکی کوئی دوسری سند بھی ھے؟

بریلوی مقرر نے لوگوں کو مغالطہ دیتے ہوئے یہ کہا کہ اس حدیث کی ایک دوسری سند ایسی بھی ہے جس کے اندر محمد بن اسحاق راوی نہیں ہے،

چنانچہ موصوف نے امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب خلق افعال العباد سے مذکورہ حدیث درج ذیل سند سے پیش کی:

قَالَ اَحْمَدُ بْنُ خَالِدٍ: ثنا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: كَانَ الْوَلِيدُ بْنُ الْوَلِيدِ رَجُلًا يَفْزَعُ فِي مَنَامِهِ، وَذَكَرَ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِذَا اضْطَجَعْتَ لِلنَّوْمِ فَقُلْ: بِسْمِ اللّٰهِ اَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ، وَمِنْ شَرِّ عِبَادِهِ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينَ، وَاَنْ يَحْضُرُونَ " فَقَالَهَا فَذَهَبَ ذَلِكَ عَنْهُ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: مَنْ بَلَغَ مِنْ بَنِيهِ عَلَّمَهُ إِيَّاهُنَّ، وَمَنْ كَانَ مِنْهُمْ صَغِيرًا لَا يَعِيهَا كَتَبَهَا وَعَلَّقَهَا فِي عُنُقِهِ.

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ولید بن ولید ایک ایسے آدمی تھے جو اپنے خواب میں ڈرا کرتے تھے۔انہوں نے اس کا تذکرہ اللہ کے رسول ﷺ سے کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم نیند میں ڈر جائے تو یہ دعا پڑھو: **أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ وَشَرِّ عِبَادِهِ، وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَنْ يَحْضُرُونِ.** (یعنی میں اللہ کے غضب، عقاب، اسکے بندوں کے فساد، شیطانی وساوس اوران (شیطانوں) کے ہمارے پاس آنے سے اللہ کے پورے کلمات کی پناہ مانگتا ہوں)۔تو انہوں نے ایسا کرنا شروع کر دیا جس ان کی پریشانی دور ہوگئی۔عبداللہ بن عمرو یہ دعا اپنے بالغ بچوں کو سکھایا کرتے تھے اور نابالغ بچوں کے لیے لکھ کر ان کے گلے میں ڈال دیا کرتے تھے[خلق افعال العباد للبخاری:۔ ص:۹۶ بتحقیق عبد الرحمن عميرة]۔

اس کو پیش کرنے کے بعد بریلوی مقرر نے کہا کہ دیکھیں اس سند میں محمد بن اسحاق نہیں ہے اس لئے اس سند پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔

جواباً عرض ہے کہ یہ بات کہنا یا تو اصول حدیث سے ناواقفیت کی دلیل ہے، یا صریح ہٹ دھرمی ہے، کیونکہ امام بخاری رحمہ اللہ کی محولہ کتاب خلق افعال العباد والی روایت کی سند میں بھی محمد بن اسحاق ہی ہے۔

دراصل خلق افعال العباد کا جو نسخہ عبدالرحمٰن عمیرۃ صاحب کی تحقیق سے چھپا ہے اس میں غلطی سے مذکورہ حدیث کی سند میں "محمد بن اسحاق" کی جگہ "محمد بن اسماعیل" چھاپ دیا گیا ہے، مکتبہ شاملہ میں بھی یہی نسخہ ہے اور اس میں بھی یہی غلطی ہے، مقرر موصوف نے جہالت یا ہٹ دھرمی کا ثبوت دیتے ہوئے اسے دوسرا راوی سمجھ لیا۔

حالانکہ امام بخاری رحمہ اللہ کی یہ کتاب ہمارے ناقص علم کے مطابق پوری دنیا میں سب سے پہلے ہندوستان سے چھپی اور اس میں حدیث کی سند میں محمد بن اسحاق ہی چھپا تھا۔دیکھئے:[خلق افعال العباد:۔ص: ۸۸ مطبوعه هند]۔

سردست اس ہندوستانی مطبوعہ نسخہ تک ہماری رسائی نہیں ہے لیکن علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسی ہندوستانی مطبوعہ نسخہ سے اس حدیث کی سند اپنی کتاب صحیحہ میں نقل کی جیسا کہ بریلوی مقرر نے بھی اس کا حوالہ دیا تھا لیکن آں جناب نے یہ مغالطہ دیا کہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے جبکہ ایسا ہرگز نہیں بلکہ سچ یہ ہے کہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔

البتہ اس حدیث کا ابتدائی ٹکڑا جس میں تعویذ والی مستدل بات نہیں ہے وہ چونکہ علامہ البانی رحمہ اللہ کی تحقیق میں دوسری صحیح احادیث سے ثابت ہے اس لئے صرف اس حصہ کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے حسن کہا ہے اور ساتھ میں پوری صراحت کے ساتھ یہ وضاحت کردی ہے کہ اس حدیث میں تعویذ والی جو بات ہے اس کی تائید کسی صحیح حدیث سے نہیں ہوتی بلکہ یہ بات صرف اسی ضعیف حدیث ہی میں ہے اس لئے یہ ضعیف ہے۔

علامہ البانی رحمہ اللہ صحیحہ میں لکھتے ہیں:

قلت: لكن ابن إسحاق مدلس وقد عنعنه فی جميع الطرق عنه، وهذه الزيادة منكرة عندی، لتفرده بها. والله اعلم.

میں کہتا ہوں لیکن ابن اسحاق مدلس ہیں اور انہوں نے اس حدیث کے تمام طرق میں عن سے ہی روایت کیا ہے۔اور یہ اضافہ میرے نزدیک منکر ہے کیونکہ اس میں یہ منفرد ہے اواللہ اعلم[سلسلة الاحاديث

الصحیحۃ:۔ ۱/ ۵۲۹]۔

اس کے بعد علامہ البانی رحمہ اللہ نے امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب خلق افعال العباد مطبوعہ ھند سے اس روایت کی سند ان الفاظ میں پیش کی ہے:

وقد علقه البخاری فی "افعال العباد " [ص: ۸۸ طبع الهند] **قال احمد بن خالد حدثنا محمد بن إسحاق به مثل لفظ ابن عياش.** [سلسلة الاحاديث الصحيحة :۔ ۱/ ۵۲۹]۔

لیکن بریلوی مقرر نے یہ سب کچھ دیکھنے اور پڑھنے کے باوجود بھی عوام کو دھوکہ دیا اور ان کے سامنے صرف یہ کہا کہ اہل حدیث کے بہت بڑے عالم البانی نے بھی اسے صحیحہ میں نقل کیا ہے۔

نیز اسی صحیحہ میں علامہ البانی رحمہ اللہ نے خلق افعال العباد کے ہندوستانی مطبوعہ نسخہ سے مذکورہ حدیث کی سند میں محمد بن اسحاق کا نام نقل کیا ہے لیکن بریلوی مقرر نے اس سلسلے میں کوئی وضاحت نہیں کی۔

ہندوستانی مطبوعہ نسخہ کے علاوہ بلاد عرب میں امام بخاری رحمہ اللہ کی یہی کتاب شیخ فہد بن سلیمان الفہید کی تحقیق سے بھی چھپی ہے اور اس میں اس حدیث کی سند میں محمد بن اسماعیل کے بجائے محمد بن اسحاق ہی ہے۔

ملاحظہ ہو اس نسخہ کا فوٹو اسی مجلّہ میں صفحہ 45 پر۔

صرف یہی نہیں بلکہ امام بخاری رحمہ اللہ کی اس کتاب کے جتنے بھی مخطوطے ہیں ہماری ناقص علم کے مطابق کسی ایک میں بھی مذکورہ سند میں محمد بن اسحاق کی جگہ محمد بن اسماعیل نہیں ہے، شیخ فہد بن سلیمان الفہید نے سات قلمی نسخوں کو سامنے رکھتے ہوئے اس کتاب کی تحقیق کی ہے لیکن کسی ایک بھی مخطوطہ میں انہیں محمد بن اسحاق کی جگہ محمد بن اسماعیل نظر نہیں آیا، کیونکہ انہوں نے مذکورہ حدیث کی سند میں محمد بن اسحاق ہی کا نام درج کیا ہے اور حاشیہ میں محمد بن اسحاق کے نام پر کوئی حاشیہ نہیں لگایا ہے اور اس مقام پر کسی بھی نسخے کا کوئی اختلاف ذکر نہیں کیا ہے۔

شیخ فہد بن سلیمان الفہید نے جن نسخوں کو سامنے رکھتے ہوئے مذکورہ کتاب کی تحقیق کی ہے ان میں سے ایک نسخہ کا عکس دیکھیں اسی مجلّہ میں صفحہ 47 پر۔

ایک اورزبردست شهادت

امام بخاری رحمہ اللہ نے خلق افعال العباد میں جس راوی أحمد بن خالد سے مذکورہ روایت نقل کی ہے ٹھیک اسی راوی سے اسی حدیث کو امام ابونعیم الاصبہانی رحمہ اللہ نے بھی اپنی کتاب [معرفة الصحابة:۔ ۵/ ۲۷۲۷]۔ میں روایت کیا ہے اور امام ابونعیم رحمہ اللہ کی کتاب معرفۃ الصحابہ میں بھی أحمد بن خالد کے استاذ کا نام محمد بن إسحاق ہی ہے، چنانچہ:

امام أبونعیم رحمہ اللہ (المتوفی 430) نے کہا:

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ، ثنا الْبَغَوِيُّ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ هَارُونَ، ثنا أَحْمَدُ بْنُ خَالِدٍ الْوَهْبِيُّ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ :كَانَ الْوَلِيدُ بْنُ الْوَلِيدِ بْنِ الْمُغِيرَةِ رَجُلًا يَفْزَعُ فِي نَوْمِهِ، فَذَكَرَ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :إِذَا اضْطَجَعْتَ لِلنَّوْمِ فَقُلْ : بِسْمِ اللهِ، أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ، مِنْ غَضَبِهِ، وَعِقَابِهِ، وَشَرِّ عِبَادِهِ، وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ، وَأَنْ يَحْضُرُونِ " فَقَالَهَا فَذَهَبَ ذَلِكَ عَنْهُ، فَكَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو مَنْ بَلَغَ مِنْ بَنِيهِ عَلَّمَهُ إِيَّاهَا، وَمَنْ كَانَ مِنْهُمْ صَغِيرًا لَا يَعِيهَا كَتَبَهَا لَهُ وَعَلَّقَهَا فِي عُنُقِهِ ...

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ولید بن ولید ایک ایسے آدمی تھے جو اپنے خواب میں ڈرا کرتے تھے۔انہوں نے اس کا تذکرہ اللہ کے رسول ﷺ سے کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم نیند میں ڈر جائے تو یہ دعا پڑھو: **أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ وَشَرِّ عِبَادِهِ، وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَنْ يَحْضُرُونِ.** (یعنی میں اللہ کے غضب، عقاب، اسکے بندوں کے فساد، شیطانی وساوس اور ان (شیطانوں) کے ہمارے

پاس آنے سے اللہ کے پورے کلمات کی پناہ مانگتا ہوں)۔تو انہوں نے ایسا کرنا شروع کردیا جس ان کی پریشانی دور ہوگئی۔عبداللہ بن عمرو یہ دعا اپنے بالغ بچوں کو سکھایا کرتے تھے اور نابالغ بچوں کے لیے لکھ کر ان کے گلے میں ڈال دیا کرتے تھے[معرفة الصحابة:۔ ٢٧٢٧/٥]۔

دوسری زبردست شہادت

امام بخاری رحمہ اللہ نے خلق افعال العباد میں جس راوی ''أحمد بن خالد'' سے مذکورہ روایت نقل کی ہے ٹھیک اسی راوی سے اسی حدیث کو امام نسائی رحمہ اللہ نے بھی اپنی کتاب [عمل اليوم والليلة :۔ص:٤٥٣ رقم:٧٦٦]۔ میں روایت کیا ہے اور امام نسائی رحمہ اللہ کی اس کتاب عمل الیوم واللیلۃ میں بھی ''أحمد بن خالد'' کے استاذ کا نام ''محمد بن إسحاق'' ہی ہے۔

ملاحظہ ہو:

امام نسائی رحمہ اللہ (المتوفی:۳۰۳ھ) نے کہا:

أَخْبرنِي عمرَان بن بكار قَالَ حَدثنَا **أَحْمد بن خَالِد** قَالَ حَدثنَا **ابْن اسحق** عَن عَمْرو بن شُعَيْب عَن أَبِيه عَن جده قَالَ كَانَ خَالِد بن الْوَلِيد بن الْمُغيرَة رجلا يفزع فِي مَنَامه فَذكر ذَلِك لرَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فَقَالَ لَهُ النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم إِذا اضطجعت فَقل باسم الله أعوذ بِكَلِمَات الله التَّامَّة من غَضَبه وعقابه و (من) شَرّ عباده وَمن همزات الشَّيَاطِين وَأَن يحْضرُون فَقَالَهَا فَذهب ذَلِك عَنهُ.

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خالد بن ولید ایک ایسے آدمی تھے جو اپنے خواب میں ڈرا کرتے تھے۔انہوں نے اس کا تذکرہ اللہ کے رسول ﷺ سے کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم سونے چلو تو یہ دعا پڑھو: أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ وَشَرِّ عِبَادِهِ، وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَنْ يَحْضُرُونِ. (یعنی میں اللہ کے غضب، عقاب، اسکے بندوں کے فساد، شیطانی وساوس اور ان (شیطانوں) کے ہمارے پاس آنے سے اللہ کے پورے کلمات کی پناہ مانگتا ہوں)۔تو انہوں نے ایسا کرنا شروع کردیا جس ان کی پریشانی دور ہوگئی۔[عمل اليوم والليلة للنسائي :۔ص:٤٥٣،رقم:٧٦٦]۔

تیسری زبردست شہادت

امام بخاری رحمہ اللہ نے خلق افعال العباد میں جس راوی ''أحمد بن خالد'' سے مذکورہ روایت نقل کی ہے ٹھیک اسی راوی سے اسی حدیث کو امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے بھی اپنی کتاب[التمهيد:۔ ١١٠/٢٤]۔ میں روایت کیا ہے اور امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ کی اس کتاب التمہید میں بھی ''أحمد بن خالد'' کے استاذ کا نام ''محمد بن إسحاق'' ہی ہے۔

ملاحظہ ہو:

امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ (المتوفی:۴۶۳ھ) نے کہا:

أَخْبَرَنَا قَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ مَنْصُورٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَنْجَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا **أَحْمَدُ بْنُ خَالِدٍ الْوَهْبِيُّ** قَالَ حَدَّثَنَا **مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ** عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جده كَانَ الْوَلِيدُ بْنُ الْوَلِيدِ بْنِ الْمُغِيرَةِ يُرَوَّعُ فِي مَنَامِهِ قَالَ فَذُكِرَ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اضْطَجَعْتَ لِلنَّوْمِ فَقُلْ بِسْمِ اللَّهِ أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ وَشَرِّ عِبَادِهِ وَشَرِّ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَنْ يَحْضُرُونِ فَقَالَهَا فَذَهَبَ عَنْهُ ذَلِكَ فَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو يُعَلِّمُهَا مَنْ بَلَغَ مِنْ بَنِيهِ وَمَنْ كَانَ منهم صغيرا لَا يُقِيمُهَا كَتَبَهَا وَعَلَّقَهَا عَلَيْهِ.

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خالد بن ولید ایک ایسے آدمی تھے جو اپنے خواب میں ڈرا کرتے تھے۔انہوں نے اس کا تذکرہ اللہ کے رسول ﷺ سے کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم سونے چلو تو یہ دعا پڑھو: أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ وَشَرِّ عِبَادِهِ، وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَنْ يَحْضُرُونِ. (یعنی میں اللہ کے غضب، عقاب، اسکے بندوں کے فساد، شیطانی وساوس اور ان (شیطانوں) کے ہمارے پاس آنے سے اللہ کے پورے کلمات کی پناہ مانگتا ہوں)۔تو انہوں نے ایسا کرنا شروع

کردیا جس ان کی پریشانی دور ہوگئی۔عبداللہ بن عمرو یہ دعا اپنے بالغ بچوں کوسکھایا کرتے تھے اور نابالغ بچوں کے لیے لکھ کران کے گلے میں ڈال دیا کرتے تھے [التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد :٢٤/١١٠]۔

مزید شواہد

مذکورہ حقائق کے ساتھ اس بات پر بھی غور کیجئے کہ:

☆ ''أحمد بن خالد'' کے اساتذہ میں ''محمد بن اسحاق'' کا ذکر تو ملتا ہے مگر ''محمد بن اسماعیل'' کا ذکر کہیں نہیں ملتا ہے۔

☆ ''عمرو بن شعیب'' کے شاگردوں میں ''محمد بن اسحاق'' کا ذکر تو ملتا ہے مگر ''محمد بن اسماعیل'' کا ذکر کہیں نہیں ملتا ہے۔

☆ مذکورہ حدیث بہت ساری کتب احادیث میں ہے مگر سب میں محمد بن اسحاق ہی کے طریق سے مروی ہے۔

''محمدبن اسماعیل'' کون؟

ان تفصیلات کے بعد بھی اگر کوئی بضد ہے کہ خلق افعال العباد میں محمد بن اسحاق نہیں بلکہ محمد بن اسماعیل ہے تو ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ اس طبقہ میں اس راوی کا تعین کریں اور اس کے حالات اور اس کی توثیق پیش کردیں، نیز اس کے اساتذہ اور تلامذہ کی فہرست بھی پیش کریں۔

اور اگر یہ معلومات نہ پیش کرسکیں تو خود اس راوی کی جہالت کے سبب یہ روایت بھی ضعیف قرار پائے گی۔

خلاصہ کلام

الغرض یہ کہ مذکورہ روایت کی صرف اور صرف ایک ہی سند ہے جس میں ابن اسحاق مدلس راوی نے عن سے روایت کیا ہے اور کسی بھی طریق میں نہ تو اس کے سماع کی تصریح ہے اور نہ ہی اس کا کوئی ثقہ متابع موجود ہے، اس لئے یہ روایت ضعیف ہے۔

لہٰذا کسی بھی قسم کی تعویذ لٹکانا حرام اور ناجائز ہے۔

☆☆☆

تعویذ سے متعلق افتاء کمیٹی کا فتوی

☆ **س:**

في مناسبات الزواج، الناس عندنا يقومون بالأعمال التالية:

أ-عند توديع العروس، يظل أخوها على رأسها بالقرآن، ويقولون :إنه ليس بدعة؛ لأنه عمل ديني، ولكنا نرى أن القرآن كتاب تعبدي، فنظن أن هذا العمل بدعة؟

ب-في يوم الزواج يربط على يد العريس تعويذ ويسمونه: (الإمام الضامن)، ويكتبون عليه :في أمان الله، أو غيرها من العبارات .هل هذا العمل بدعة؟

☆ **ج:**

هذا العمل الذي يعمل مع العروس لا أصل له في الشرع،ربط التعويذة على يد العريس إن كان فيها دعاء لغير الله فهو شرك أكبر، وإن كانت من القرآن أو الأدعية الشرعية فهو محرم؛ للنهي عن تعليق التمائم ولبس الحلقة والخيط لرفع البلاء أو دفعه، وهو وسيلة من وسائل الشرك، بل هو من الشرك الأصغر؛ لقول النبي-صلى الله عليه وسلم :- من تعلق تميمة فقد أشرك.

☆ **سوال:**

شادی کے موقع پرلوگ ہمارے یہاں درج ذیل کام کرتے ہیں:

الف:-دلہن کو رخصت کرتے وقت اس کا بھائی اس کے سر پر قرآن رکھتا ہے، لوگ کہتے ہیں کہ یہ بدعت نہیں ہے کیونکہ دینی عمل ہے۔لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ قرآن عبادت والی کتاب ہے لہٰذا ہمارا خیال میں یہ بدعت ہے؟

ب:-شادی کے دن دلہن کے ہاتھ پرتعویذ باندھی جاتی ہے اور اسے ''امام ضامن'' کا نام دیا جاتا ہے اور اس پر ''فی امان اللہ'' وغیرہ جیسے جملے لکھے جاتے ہیں۔کیا یہ عمل بدعت ہے؟

☆ **جواب:**

دلہن کے ساتھ جو یہ عمل کیا جاتا ہے شریعت میں اس کی کوئی بنیاد نہیں ہے اور دلہن کے ہاتھ پر جو تعویذ باندھی جاتی ہے اگر اس میں غیر اللہ کو پکارا گیا ہو تو یہ شرک اکبر ہے، اور اگر یہ تعویذ قرآن یا شرعی دعاؤں سے بنی ہو تو یہ حرام ہے کیونکہ دفع بلاء کی غرض سے تعویذ لٹکانے یا دھاگہ اور حلقہ پہننے سے منع کیا گیا۔اور یہ شرک تک لے جانے والے ذرائع میں سے ایک ذریعہ ہے بلکہ یہ شرک اصغر ہے کیونکہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جس نے تعویذ لٹکائی اس نے شرک کیا۔

[فتاوی اللجنۃ الدائمۃ :۱۹/۵۰]۔

"خلق افعال العباد للبخاری"، بتحقیق فہد بن سلیمان الفہید

خَلقُ أفعَالِ العِبَادِ

وَالرَّدُّ عَلَى الجَهمِيَّةِ وَأَصحَابِ التَّعطِيلِ

للإمام

محمد بن إسماعيل البخاري

١٩٤ - ٢٥٦ هـ

دراسة وتحقيق

فهد بن سليمان الفهيد

الجزء الأول

دار أطلس الخضراء

للنشر والتوزيع

''خلق افعال العباد للبخاری''، بتحقیق فہد بن سلیمان الفہید کا وہ صفحہ جس میں تعویذ والی حدیث ہے
یہاں اس کی سند میں ''محمد بن اسماعیل''، نہیں بلکہ ''محمد بن اسحاق'' ہے۔

باب ما كان النبيّ ﷺ يستعيذ بكلمات الله لا بكلام غيره[1]

٤٥٣ ـ وقال نُعَيْم: «لا يستعاذ بالمخلوق ولا بكلام العباد والجنّ والإنس والملائكة».

وفي هذا دليل أنّ كلام الله غير مخلوق، وأنّ سواه خلق.

٤٥٤ ـ [و][2] قال أحمد بن خالد: حدّثنا محمد بن إسحاق، عن عمرو بن شعيب، عن أبيه، عن جدّه؛ قال: كان الوليد بن الوليد [رجلاً][3] يفزع في منامه

= أعطيتني عملت بما فيه. وانظر: شرح ابن حجر فتح الباري (١٣/ ٤٨٥)، شرح كتاب التوحيد للغنيمان (٢/ ٣٩١).

(١) في (ت، م، ل، ق): «باب من كان يستعيذ بكلمات الله لا بكلمات غير الله»، وفي (م): «لا بكلمات غيره».

وفي هذا الباب يبين ـ رحمه الله ـ أن كلام الله عز وجل صفة من صفاته غير مخلوق، وسيذكر الأدلة على ذلك وأدلة إثبات صفة الصوت لكلام الله تعالى، وكل هذا مما يبين أن البخاري ـ رحمه الله ـ بريء كل البراءة من مذهب الكلابية والأشعرية الذّين يدعون أنه موافق لهم وهذا الذي ذكره البخاري هو مذهب السلف، قال الإمام أحمد بعد حديث أبي هريرة «من قال حين يمسي: أعوذ بكلمات الله . . .»: ولا يجوز أن يقال: أعيذك بالنبي، أو بالجبال، أو بالأنبياء، أو بالملائكة، أو بالعرش، أو بالأرض، أو بشيء مما خلق الله؛ لا يتعوذ إلا بالله أو بكلماته. . . السنة للخلال (٦/ ٨٧)، وقال ابن بطة لما ذكر هذا الحديث وما في معناه: فتفهموا يرحمكم الله هذه الأحاديث، فهل يجوز أن يعوذ النبي ﷺ بمخلوق، ويتعوذ هو، ويأمر أمته أن يتعوذوا بمخلوق مثلهم؟! وهل يجوز أن يعوّذ إنسان نفسه أو غيره بمخلوق مثله؟! . . . وإذا جاز أن يتعوذ بمخلوق مثله، فليعوذ نفسه وغيره بنفسه، فيقول: أعيذ بنفسي. . . الإبانة لابن بطة ـ القسم الثالث ـ الرد على الجهمية (١/ ٢٦٢)، ومما يشهد لهذا مسألة الحلف، فإنه باتفاق الأئمة لا يجوز الحلف بغير الله ولا تنعقد يمين الحالف لكونها شركاً بخلاف الحلف بالقرآن وسيأتي مزيد بسط لهذه المسألة. وقال أبو داود سليمان بن الأشعث في سننه في كتاب السنة عقب رواية حديث ابن عباس كان النبيّ ﷺ يعوذ الحسن والحسين: «أعيذكما بكلمات الله التامة»: هذا دليل على أن القرآن ليس بمخلوق. السنن (٥/ ١٠٥).

(٢) سقط من الأصل و(هـ).

(٣) سقط من الأصل و(هـ).

"خلق افعال العباد للبخاری" کے ایک مخطوطہ کا پہلا صفحہ

كتاب خلق افعال العباد تصنيف
الامام امير المؤمنين في الحديث ابي
عبد الله محمد بن اسماعيل ابن ابراهيم
بن المغيرة البخاري الجعفي رحمه الله
ونفع به ورضي عنه وصلى الله
على اكمل خلقه وافضل قائم
بحقه سيدنا محمد وعلى آله
وصحبه وحزبه وسلم
تسليما كثيرا دا
ئما الى يوم
الدين
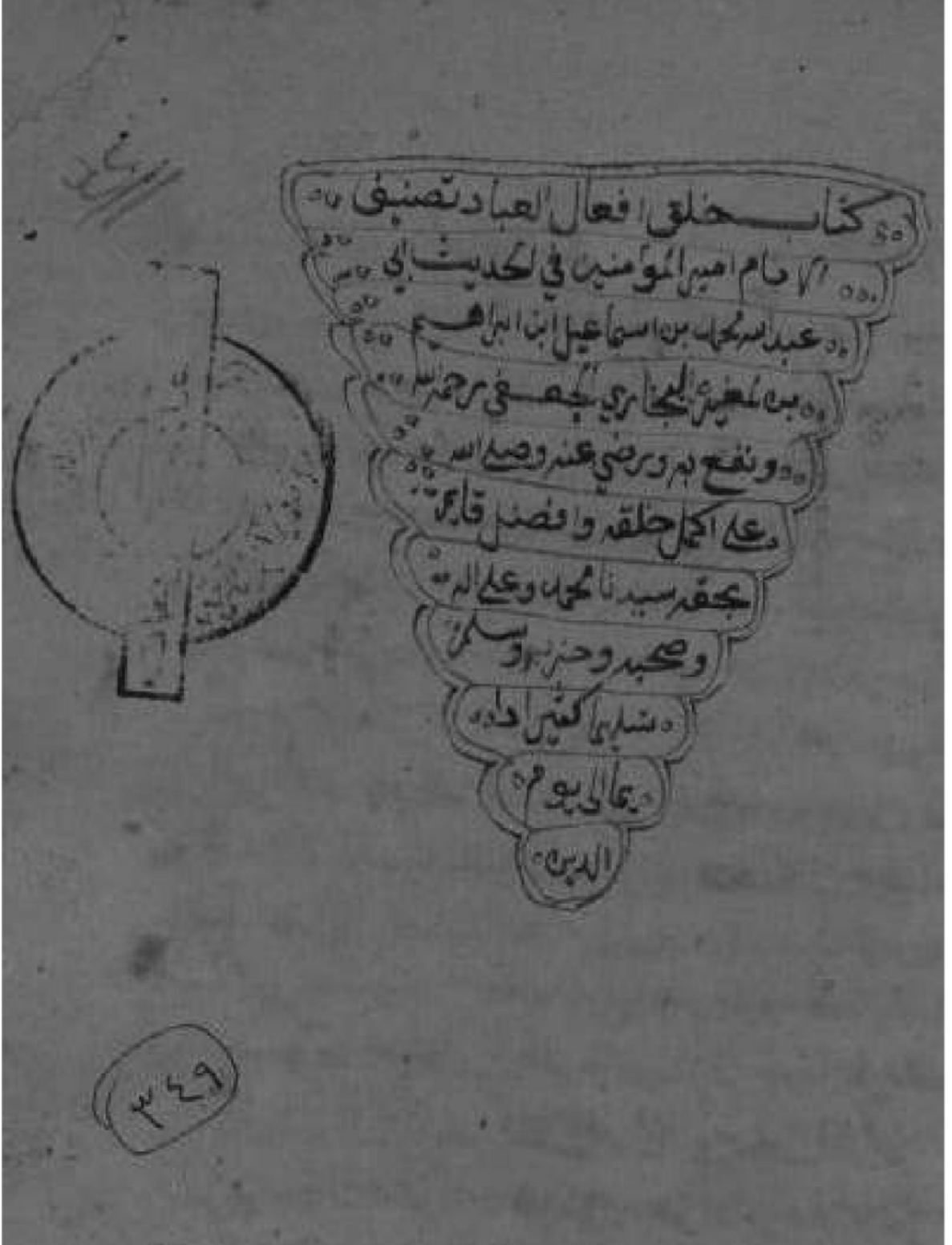
''خلق افعال العباد للبخاری'' کے ایک مخطوطہ کا وہ صفحہ جس میں تعویذ والی حدیث ہے،
یہاں بھی اس کی سند میں ''محمد بن اسماعیل'' نہیں بلکہ ''محمد بن اسحاق'' ہے۔

يعطي بها حدثنا عمرو بن علي ثنا عمرو بن علي بن مقدم ثنا موسى بن المسيب قال سمعت سالم بن ابي
الجعد يذكر عن المعرور بن سويد عن ابي ذر يرويه عن ربه قال يا ابن ادم انك ان تلقني بقراب الارض
خطيئة بعد ان لا تشرك بي شيئا جعلت قرابها مغفرة ولا ابالي حدثنا محمد بن ابي بكر ثنا عمر بن علي
بهذا وقال عن النبي صلى الله عليه وسلم عن ربه ثنا موسى ثنا حماد عن محمد بن اسحق عن العلاء
بن عبد الرحمن عن ابيه عن ابي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم فيما يحكي عن ربه قال استقرضت
ابن ادم فلم يقرضني ويشتمني ويقول وا دهراه وا دهراه وانا الدهر وكل شيء من ابن ادم
يأكله التراب الا عجب الذنب فانه يخلق عليه حتى يبعث منه حدثنا الحميدي ثنا الوليد بن جابر
الاوزاعي قال ثنا اسماعيل بن عبيد الله بن ابي المهاجر قال سمعت كريمة تقول سمعت ابا هريرة
يقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول قال الله عز وجل انا مع عبدي ما ذكرني وتحركت
بي شفتاه ويذكر عن ابرهيم او مجاهد في قوله والذي جاء بالصدق وصدق به قال هم
اهل القرآن اذا عملوا به [illegible] كان يستعيذ بكلمات الله لا بكلمات غير الله
وقال نعيم لا يستعاذ بالمخلوق ولا بكلام العباد والجن والانس والملائكة وفي هذا
دليل ان كلام الله غير مخلوق وان سواه خلق وقال احمد بن خالد ثنا محمد بن اسحق
عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده قال كان الوليد بن الوليد رجلا يفزع في منامه
فذكر ذلك لرسول الله صلى الله عليه وسلم فقال له النبي صلى الله عليه وسلم اذا اضطجعت للنوم
فقل باسم الله اعوذ بكلمات الله التامة من غضبه وعقابه ومن شر عباده ومن
همزات الشياطين وان يحضرون فقالها فذهب ذلك عنه فكان عبد الله بن عمرو من بلغ من
بنيه علمه اياهن ومن كان صغيرا لا يعقل كتبها وعلقها في عنقه حدثنا عبد الله بن صالح حدثني
الليث حدثني يزيد بن ابي حبيب عن الحارث بن يعقوب ان يعقوب بن عبد الله حدثه انه
سمع بسر بن سعيد يقول سمعت سعد بن ابي وقاص يقول سمعت خولة بنت حكيم
تقول كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من نزل منزلا ثم قال اعوذ بكلمات الله

توڑ دے گا سبھی باطل صنم اہل السنّۃ

ہند کا ایک حجازی قلم اہل السنّۃ
عام کر دے گا صدائے حرم اہل السنّۃ

دوستو! منہج اسلاف کی ترویج ہے یہ
اسی منہج پہ ہے ثابت قدم اہل السنّۃ

وہی تعلیم سلف در لغت برّ صغیر
اہل اردو پہ ہے رب کا کرم اہل السنّۃ

دین میں جو بھی نئی باتیں نکل آئی ہیں
کھولے گا ان کے سبھی پیچ و خم اہل السنّۃ

شرک و بدعت ہو کہ تقلید کہ انکار حدیث
توڑ دے گا سبھی باطل صنم اہل السنّۃ

دعویء باطلہ کی بیخ کنی کرنے میں
نہیں شمشیر کی تیزی کم اہل السنّۃ

پیش کردہ سبھی اسناد کی واضح تحقیق
سامنے لانے کی کھائے قسم اہل السنّۃ

شان و شوکتؔ سے بڑھا جائے ہے آگے آگے
ہاتھ میں عِلم کا تھامے عَلَم اہل السنّۃ

میرے اللہ میں تجھ سے یہ دعا کرتا ہوں
آگے بڑھتا ہی رہے دم بدم اہل السنّۃ

شوکتؔ مالیگاؤنوی

IIC کی دعوتی سرگرمیاں

اگست ۲۰۱۳ء میں اسلامک انفارمیشن سینٹر کی جانب سے منعقد کیے گئے پروگرامز کی ایک جھلک

Istiqbaal-E-Ramadan

Istikbaal-E-Ramadan
Sk. Kifayatullah Sanabili
Roze aur Ramadan ki Hikmat
Sk. Sarfaraz Faizi
Roze ka Maqsad Taqwa
Sk. Javed Rahmani
Roze ke Masail
Sk. Suhail Ahmed Rahmani
Sunday 7th July 2013
Gala No.6, Swastik Chamber, Opp. Noorjhan-1, Pipe Rd.

رمضان
عبادتوں کا موسم
روزہ کے مسائل
شیخ سہیل احمد رحمانی
زکاۃ کی اہمیت و فضیلت
شیخ فخرالدین سلفی
تقویٰ
ابو عبدالرحمن دلاور
۷ جولائی ۲۰۱۳ء بعد نماز مغرب تا
Muqami Jamiat Ahle Hadees Muslim Nagar

Sunday 14th July 2013 Asr to Maghrib

Izzat-o-Sharafat ka Meiyar
Shaykh Farooq Umri
Ramadan
Rehmaton ki Bahar

Rakatein Taraweeh 8 ya 20
Sk. Kifayatullah Sanabili
Roza aur Taqwa
Shaykh Javed Rahmani
Sunday 14th June 2013 Maghrib to 10:00pm
Masjid wa Madrasa Dar-ul-Tauheed, Chikalwadi, Indra Nagar, Baiganwadi, Road No.14, Govandi (W), Mumbai - 400043
Co-Organized by: Masjid wa Madrasa Dar-ul-Tauheed Govandi (West)
Separate arrangement for Ladies

رمضان
کا آخری عشرہ
شیخ کفایت اللہ سنابلی
تقویٰ
کی اہمیت و فضیلت
شیخ ضیاء الرحمن سلفی
اتوار ۲۸ جولائی
خواتین کے لئے پردہ کا انتظام

Imaan ki Kamzori
Sk. Suhail Ahmed Rahmani
Dawat ka Tarekekaar
Separate arrangement for Ladies

Raher... iyat aur Fawaid
Shaykh Aatif Sanabili
Zakat ki Ahmiyat wa Fazeelat
Sk. Suhail Ahmed Rahmani
Sunday 14th July 2013 Asr to Maghrib
Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home, Opp. Noorjhan-1, Pipe Rd., Kurla (W), Mumbai - 400070
Call: 32198847
Separate arrangement for Ladies

Ramadan ke Ahkam wa Masail
Sk. Zia ur Rahman Salafi
Islamic Information Centre, Shop No. A, Ayub Colony, Bandra Plot, N-Block, Jogeshwari (E), Mumbai - 60
Sunday 14th July'13 1:30pm to 2:30pm
Call: 32199395, 32198847

Sunday 21st July 2013 Asr to Maghrib
Qubooliyat-E-Amal ke Sharait
Shaykh Javed Rahmani
Taweez Gande ki Haqeeqat
Sk. Zia ur Rahman Salafi
Islamic Information Centre, Lane Next to Jumbo King, Near Jama Masjid, Andheri Stn. (W), Mumbai-58
Call: 32902499, 64269999
Separate arrangement for Ladies

حقیقی دولت
شیخ جاوید رحمانی
اسلامک انفارمیشن سینٹر
شاپ نمبر A، ایوب کالونی، باندرہ پلاٹ N-بلاک، جوگیشوری (ایسٹ) ممبئی - ۴۰۰۰۶۰
اتوار ۲۱ جولائی ۲۰۱۳ء
1:30pm to 2:30pm
Call: 32199395, 32198847

RNI NO.: MAHURD/2011/49433 / Postal Registration No. MH/MR/EAST/245/2013-15

ہمیں آپ کا تعاون درکار ہے۔۔۔۔۔

انسانیت

کو شرک و بدعات غلاظتوں سے بچانے
اور قرآن و سنت کی مستند تعلیمات عام
کرنے کے لیے آئی آئی سی کی دعوتی
تحریک کا حصہ بنیں

تعاون کے لیے

3. بینک ٹرانسفر	2. ایس ایم ایس یا واٹس اپ کریں	1. کال کریں
Bank Name: ICICI Bank Account Name: ILM FOUNDATION Account No. 001101212311 Branch: S.V. Road, Andheri (W), Mumbai IFSC Code: ICIC0000011 MCR Code: 40022903	Message on 9820260173	Kurla 022 3219 8847 Andheri 022 6426 9999

ان شاء اللہ ہمارے رضا کار آپ کا تعاون حاصل کرنے پہنچ جائیں گے۔

ہیڈ آفس کرلا: گالا نمبر ۶، سواستک چیمبر، کرلا نرسنگ ہوم کے نیچے، نور جہاں۔ا کے سامنے، پائپ روڈ کرلا (ویسٹ) ممبئی ۴۰۰۰۷۰
برانچ اندھیری: گراونڈ فلور، مکنڈ ہاوس، ایس وی روڈ، نزد اندھیری اسٹیشن جامع مسجد، اندھیری (ویسٹ) ممبئی ۴۰۰۰۵۸

www.nasiha.tv www.islamsmessage.com www.ahlussunnah.in

To,

Book Post

If Undelivered Please Return To

Islamic Information Centre
Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home,
opp. Noorjhan-1, Pipe Road, Kurla (West), Mumbai - 400070.
Ph. 32198847 / 26 500 400 / 64269999